رفع یدین

تحفۃ المناظر

مسئلہ رفع یدین

تعیین مدعی

اس مسئلے میں غیر مقلدین مدعی اور ہم مدعی علیہ اور نافی ہیں، کیونکہ مدعی کی تعریف: "من إذا ترک تُرك". غیر مقلدین پر صادق آتی ہے، اگر وہ اپنے دعویٰ "رفع یدین عندالرکوع وعندرفع الرأس من الرکوع" سے باز آجائیں تو ان سے مناظرہ نہیں کیا جائے گا۔

نیز "المدعی الذی یثبت أمراً زائداً" کے پیش نظر بھی غیر مقلدین مدعی ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے ہم بھی قائل ہیں اور وہ بھی، اس میں اتفاق ہے لیکن غیر مقلدین اس پر ایک امر زائد (رفع یدین عندالرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع) کو ثابت کرتے ہیں، لہٰذا وہ مدعی اور ہم مدعی علیہ ہیں۔

دعوی

چونکہ غیر مقلدین مدعی ہیں، اس لئے وہ دعویٰ لکھیں گے، اگر وہ آپ سے کہیں کہ رفع الیدین کے سلسلے میں آپ اپنا دعویٰ لکھیں تو ہرگز دعویٰ نہیں لکھنا، دعویٰ غیر مقلدین لکھیں گے اور ان کے دعویٰ کو دیکھ کر آپ جواب دعویٰ لکھیں گے۔ اس لئے کہ مناظرہ کہتے ہیں: "توجه المتخاصمين في النسبة بين الشيئين". جواب دعویٰ لکھتے وقت آپ کو خوب غور وفکر سے کام لینا ہوگا کیونکہ بعد میں ایک ایک لفظ کو دلائل سے ثابت کرنا ہوگا۔

مبہم دعویٰ قابل قبول نہیں

غیر مقلدین مبہم دعویٰ لکھتے ہیں کہ ''رفع الیدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے قبل الرکوع وبعد رفع الراس من الرکوع ثابت ہے''۔ لیکن آپ اس پر اکتفاء نہ کریں اور نہ ہی اس پر مناظرہ کریں، اس لئے کہ ثبوت الشئی اور وجوب الشئی میں فرق ہے۔ ہر ثابت شدہ سنت یا واجب ہو یہ غلط ہے۔ ثبت بوله قائماً ولم يثبت كونه سنةً أو واجباً. کھڑے ہوکر پیشاب کرنا ثابت ہے لیکن کوئی اسے واجب یا سنت نہیں کہتا۔ غیر مقلدین کے ساتھ مناظرہ ان احکام شرعیہ (فرض، واجب، سنت وغیرہ) میں ہے نفس ثبوت میں نہیں۔ لأن الثبوت لا يستلزم كون الشئي واجباً أو سنةً. اگر کوئی چیز ثابت ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ واجب یا سنت بھی ہو، لہٰذا آپ ان سے مطالبہ کریں کہ وہ دعویٰ میں رفع الیدین کا حکم شرعی متعین کریں۔

جواب دعویٰ

اگر غیر مقلدین لکھ کر دیں کہ رفع الیدین سنت یا واجب ہے تو آپ کو جواب دعویٰ لکھنا ہوگا اور ہمارا جواب دعویٰ یہ ہوگا ''رفع الیدین غیر اولیٰ ہے''۔

تنبیہ

ہم عدم رفع الیدین کے قائل نہیں بلکہ ترک رفع الیدین کے قائل ہیں، اگر ہمارے اکابرین میں سے کسی نے اس کو عدم لکھا تو وہ عدم بمعنی عدم اصلی نہیں بلکہ عدم بمعنی ترک ہے۔

ترک رفع وعدم رفع میں فرق

ترک کہتے ہیں ایک چیز تسلسل سے چل رہی ہو پھر اسے موقوف کردیا جائے اور عدم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سرے سے اس کا وجود ہی نہیں۔ عدم رفع الیدین کا مطلب یہ ہوگا کہ رفع الیدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں۔ حالانکہ رفع الیدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتراً ثابت ہے، جیسا کہ علامہ بنوری رحمہ اللہ نے ''معارف السنن'' میں لکھا ہے:

"إن الرفع متواتر إسناداً وعملاً، ولا يشك فيه"(۱)

(۱) (معارف السنن: ۲/۴۵۹، سعید)۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ رفع یدین سنداً وعملاً تواتر سے ثابت ہے''۔

اور ترک کہتے ہیں ایک چیز تسلسل سے چل رہی ہو پھر اسے موقوف کر دیا جائے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿قالوا یٰشعیب أصلوتك تأمرك أن نترك مایعبد آباؤنا﴾ [هود:۸۷].

''قوم شعیب نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے جاری سلسلے کو موقوف کردیں''؟

﴿وما نحن بتارکی آلهتنا عن قولك﴾ [هود:۵۳].

معنی یہ ہے کہ ہم اپنے معبودوں کی عبادت کرتے ہیں اور ہمارا یہ سلسلہ چلتا رہے گا اب یہ موقوف نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا آپ کو ترک لکھنا ہوگا اور اس پر لغت سے چند شواہد پیش کرنا ہوں گے۔

احادیث رفع وترک رفع دونوں پر دال ہیں

ہم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ رفع الیدین کے ثبوت پر احادیث موجود ہیں اور غیر مقلدین بھی (بادل نخواستہ) یہ مانتے ہیں کہ ترک رفع الیدین پر بھی احادیث موجود ہیں۔ ان کو ہمارے دعویٰ سے انکار نہیں اور نہ ہی ہم ان کے دعویٰ کے منکر ہیں۔ اگر یہ بات ثابت ہوجائے کہ رفع یدین مقدم اور ترک رفع مؤخر ہے تو حنفیہ کا مدعا ثابت ہوجائے گا اور اگر وہ اس بات کو ثابت کردیں کہ عدم رفع پہلے اور رفع یدین بعد میں ہوا تو وہ غالب اور ہم مغلوب قرار پائیں گے۔

عدم رفع کا دعویٰ درست نہیں

اگر آپ نے عدم رفع یدین کا دعویٰ کیا تو وہ کہیں گے کہ "عدم الشیٔ مقدم علی وجودہ" شۓ پہلے معدوم ہوتی ہے پھر بعد میں وجود میں آتی ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿هل أتی علی الإنسان حین من الدهر لم یکن شیئاً مذکوراً﴾ [الدهر: ۱]، انسان پہلے نہیں تھا بعد میں وجود میں آیا، اسی طرح پہلے رفع یدین نہیں تھا بعد میں ایک وجودی چیز بن گیا، لہٰذا رفع الیدین مؤخر اور ناسخ ہے اور عمل ناسخ پر کیا جاتا ہے۔

لہٰذا عدم رفع الیدین کا دعویٰ ہرگز نہیں کرنا بلکہ ترک رفع الیدین کا دعویٰ کرنا ہے۔

محدثین بھی ترک رفع کے قائل ہیں

امام نسائی نے اس کو واضح طور پر لکھا ہے کہ پہلے ''رفع الیدین'' کا باب ذکر کیا اور بعد میں ''ترک رفع الیدین'' کا باب (باب ترك ذلك) قائم کیا (۱)۔

امام ابوداؤد کا انداز بھی اسی طرح ہے پہلے "باب رفع الیدین" قائم کیا (۲)۔

اور پھر باب من لم یذکر الرفع کو ذکر کیا (۳)۔

اگر چہ لفظ ترک نہیں لیکن پھر بھی معلوم ہوا کہ رفع الیدین کو مقدم اور ترک رفع کو مؤخر سمجھتے ہیں۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ترک رفع الیدین کی احادیث میں کلام ہے۔ احادیث میں کلام کے متعلق بحث تو مفصلاً آئے گی لیکن آپ محدثین کے انداز اور طریقے کو تو ملاحظہ فرمائیں، کس انداز میں استنباط کیا ہے۔

''ترک'' کے عنوانات نسخ پر دال ہیں

علامہ نووی نے قاعدہ لکھا اور مصنفین کے صنیع کے بارے میں کہا کہ مصنفین جو "ترك ذلك" جیسے عنوانات قائم کرتے ہیں یہ عنوانات نسخ پر دلالت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ امام نسائی اور امام ابوداؤد رفع الیدین کو منسوخ سمجھتے ہیں۔

حکم رفع الیدین

ہم رفع الیدین قبل الرکوع، بعد رفع الراس من الرکوع کو غیر اولیٰ سمجھتے ہیں:

"قال أبو حنيفة وأصحابه وجماعة من أهل الكوفة: لايستحب فى غير تكبيرة الإحرام، وهو أشهر الروايات عن مالك، وأجمعوا على أنه لايجب شئ من الرفع" (٤).

---

(۱) (سنن النسائى، كتاب الصلوة: ۱۵۸/۱، قديمى).

(۲) (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة: ۱۱۱/۱، امداديه).

(۳) (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة: ۱۱۶/۱، امداديه).

(٤) (شرح مسلم للنووى، كتاب الصلوة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع التكبيرة الإحرام: ١٦٨/١، قديمى).

''امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، اہل کوفہ کی ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے مستحب نہیں، امام مالک کی مشہور روایت بھی یہی ہے اور اس پر اجماع ہے کہ رفع یدین واجب نہیں''۔

جب رفع الیدین عند تکبیر تحریمہ مستحب ہے تو پھر بعد والوں کو سنت یا واجب کیسے مانیں؟ اگر آپ رفع یدین کو صرف اولیٰ قرار یں تو پھر اولیٰ وغیر اولیٰ پر مناظرہ نہیں ہونا چاہیے کہ مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اولویت وغیر اولویت میں مناظرہ کرے۔

اگر آپ اسے سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں تو سنت مؤکدہ کی تعریف آپ کے ہاں "ماواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو'' سے کی جاتی ہے جب کہ ہم اس کی تعریف "ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم أوالخلفاء الراشدون" ''جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے مواظبت کی ہو'' سے کرتے ہیں۔ تو آپ کو رفع یدین پر مواظبت نبوی دکھانی ہوگی۔

اگر اسے واجب قرار دیں تو ان کے ہاں واجب اور فرض میں فرق نہیں گویا کہ یہ فرض ہے، پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ ترک رفع الیدین کی صورت میں نماز ناقص ہوگی یا کامل؟ اگر کامل ہے تو یہ کیسا واجب ہے جسے ہر رکعت میں دو مرتبہ ترک کیا جائے پھر بھی نماز کامل۔ اگر نماز ناقص ہے تو اس کے جبیرے کی کیا صورت ہے؟ سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہیں؟

رفع وترک رفع اختلاف مباح ہے

رفع الیدین میں غیر مقلدین کا مذھب سب سے نرالا ہے کیونکہ آئمہ و محققین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اختلاف (رفع وترک رفع) اختلاف مباح ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وھذا من الاختلاف المباح الذی لایعنف فیہ من فعلہ ولا من ترکہ، وھذا کرفع الیدین فی الصلوۃ و ترکہ"(۱).

---

(۱) (زاد المعاد، فصل فی خشوعہ: ۱/۲۷۵، مؤسسة الرسالة).

''یہ ایسا مباح اختلاف ہے جس میں کرنے یا چھوڑنے والے پر سختی نہیں کی جاسکتی، یہ اس طرح ہے جیسے نماز میں رفع یدین کا اختلاف ہے (کہ یہ بھی اختلاف مباح ہے)''۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

"فلما صح أنه علیه السلام كان یرفع فی كل خفضٍ ورفعٍ بعد تكبیرة الإحرام، ولا یرفع، كان كل ذلك مباحاً لا فرضاً، وكان لنا أن نصلی كذلك، فإن رفعنا صلینا كما كان صلّی رسولُ الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، وإن لم نرفع فقد صلینا كما كان علیه الصلاة والسلام یصلی" (۱).

''تکبیر تحریمہ کے بعد ہر تکبیر میں رفع یدین وترک رفع یدین دونوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تو ان کی حیثیت مباح کی ہے فرض کی نہیں، اگر ہم رفع یدین کریں تب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھی، اگر رفع یدین نہ کریں تب بھی ہماری یہ بات درست ہوگی کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھی''۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن الرفع المتنازع فیه لیس من نواقض الصلوة، بل یجوز أن یصلی بلا رفعٍ، وإذا رفع كان أفضل وأحسن".

''رفع یدین کرنے نہ کرنے کا نماز کے بطلان سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ بغیر رفع یدین کے بھی نماز جائز ہے، البتہ اگر رفع یدین کرے تو یہ بہتر وپسندیدہ عمل ہے'' (۲)۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"إن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إنما جعل الإمام لیؤتم به" وسواءٌ رفع یدیه

(۱) (المحلی لابن حزم، كتاب الصلوة، مسألة: ۳۵۹، ۲/۲۶۵، دار الكتب العلمیة، بیروت).

(۲) (مجموعة الفتاوی: ۲۲/۱۵۰، مكتبة العبیكان).

أولم يرفع يديه لايقدح ذلك فى صلاتهم ولايبطلها، لاعند أبى حنيفة ولاالشافعى ولامالك ولاأحمد، ولورفع الإمام دون المأموم أو المأموم دون الإمام لم يقدح ذلك فى صلاة واحدٍ منهما،.ولو رفع الرجل فى بعض الأوقات دون بعضٍ لم يقدح ذلك فى صلاته"(۱).

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی متابعت کی جائے،امام خواہ رفع یدین کرے یا نہ کرے اس سے مقتدیوں کی نماز نہ باطل ہوگی اور نہ ہی اس پر کچھ اثر پڑے گا، آئمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے، اگر امام رفع یدین کرے مقتدی نہ کریں یا مقتدی رفع یدین کریں امام نہ کرے تو اس سے بھی کسی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، اسی طرح اگر کوئی شخص کبھی رفع یدین کرے کبھی نہ کرے تو اس سے نماز پر کچھ اثر نہیں ہوگا''۔

علامہ ابن حزم، علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم بھی رفع یدین کو مباح قرار دے رہے ہیں۔لہٰذا غیر مقلدین کا اسے واجب یا سنت قرار دینا کیسے درست ہوسکتا ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"وهو [أى رفع اليدين] من الهيئات فعله النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مرّةً وتركه مرّةً، والكل سنة [أى ثابت بالسنة] وأخذ بكل واحدٍ جماعةٌ من الصحابة والتابعين ومن بعدهم، وهذا أحد المواضع التى اختلف فيه الفريقان أهل المدينة والكوفة، ولكل واحدٍ أصلٌ أصيلٌ، والحق عندى فى مثل ذلك أن الكل سنةٌ، ونظيره الوتر بركعة واحدة أو بثلاث، والذى يرفع أحب إلى ممن لايرفع؛ فإن أحاديث الرفع أكثر وأثبت، غير أنه لا ينبغى لإنسان فى مثل هذه الصورة أن يثير على نفسه فتنة عوام بلده"(۲).

''رفع یدین کا تعلق ان ہیئتوں سے ہے جنہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑا ہے، دونوں ہی سنت ہیں، صحابہ، تابعین اور بعد والوں نے دونوں

---

(۱) (مجموعة الفتاوى: ۲۲/۱۵۳، مكتبة العبيكان).

(۲) (حجة الله البالغة، رفع اليدين عند الركوع: ۲/۲٤، قديمى).

میں سے کسی ایک کو لیا ہے، یہ بھی ان مواضع میں سے ہے جس میں اہل مدینہ واہل کوفہ کا اختلاف ہے اور دونوں کے پاس باقاعدہ اصل موجود ہے، ایسے امور میں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سب سنت ہیں، اس کی نظیر وتر ہے، ایک رکعت، تین رکعت وغیرہ سب ثابت ہیں۔ اور جو رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جو رفع یدین نہیں کرتا کیونکہ رفع یدین کی احادیث اکثر اثبت ہیں، البتہ ایسے امور میں چاہیے کہ انسان کوئی ایسا قدم ہرگز نہ اٹھائے جس سے فتنے اور اختلاف کا دروازہ کھلے۔ (یعنی جو جس طرح کر رہا ہے اسے کرنے دے اور کوئی نیا قدم اٹھا کر باقیوں کو تشویش میں نہ مبتلا کرے)''۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں قسم کے فعل (رفع وترک رفع) ثابت ہیں۔ دونوں پر صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے عمل کیا ہے اور ہر ایک کے پاس دلیل موجود ہے۔ پھر شاہ صاحب اپنی رائے پیش کرتے ہیں کہ میرے نزدیک رفع یدین کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہے، اس لئے کہ رفع کی احادیث اکثر اور اثبت ہیں یعنی لفظاً واسناداً۔ جب کہ ہمارے نزدیک ترک رفع کرنے والا زیادہ پسندیدہ ہے کہ ترک تواتر عملی سے ثابت ہے۔

''قواعد الفقہ'' میں قاعدہ ہے کہ کیفیت دلیل کو دیکھا جاتا ہے کہ کس کی دلیل مضبوط ہے۔ کثرت دلائل کا اعتبار نہیں ہوتا: الترجیح لایکون بکثرۃ العدد. ﴿فقلیلاً مایؤمنون﴾، ﴿ومایؤمن أکثرھم باللّٰہ إلا وھم مشرکون﴾ [یوسف:۱۰۶]. کثرت محضہ بے سود ہے، اصل مدار قوت ہے۔ اگرچہ رفع یدین کی احادیث کثرت سے ثابت ہیں لیکن یہ ثبوت سنداً اور لفظاً ہے اور ترک رفع تواتر عملی کے طور پر ثابت ہے اور تواتر عملی تواتر اسنادی ولفظی سے قوی ہوتا ہے۔

مذکورہ عبارت پیش کرنے کا مقصد غیر مقلدین کے وجوب رفع کی نفی ہے۔

ترک رفع تواتر عملی سے ثابت ہے

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وکذلك ثبت الترك عندنا عن عمرو علی وابن مسعود وأبی ھریرۃ وابن عمر والبراء بن عازب وکعب بن عجرۃ عملاً أو تصدیقاً منه، وآخرین ممن لم یذکر أسمائهم ومن لم یعینوا،

ومن التابعين عن جل أصحاب علی وابن مسعودٍ وجماهير أهل الكوفة، وكثيرٍ من أهل المدينة في عهد مالك أو أكثرهم، بل يكاد يكون عمل أهل المدينة كلهم كما ينقله المالكية، واعترف به ابن القيم وإن لم يجعله حجة. وكذا في سائر البلاد تاركون لم يسموا كما يقع كثيراً في التعامل والتوارث أن لايأتی فيه إسناد؛ لكونه غير عزيز عند المتقدمين، ولكونه أمراً لايعتنى به حينئذٍ أو يعوز الإسناد فيه، ثم يأتی الخلف ويتطلبون الإسناد، وإذا لم يجدوا أنكروا التواتر العملی وكثيراً مايقتحمه ابن حزم في "محلاه" كأنه لم تقع عنده في الدنيا وقائع مالم يكن هناك إسناد، وهذا قطعی البطلان أو بديهيه، كأنه لايوجد فی الدنيا المحكی عنه مالم توجد الحكاية فينكر كثيراً من إلا جماعيات المنقولة بالآحاد، ويخرب أكثر مما يعمر، وهو ضرر عظيم، وهذا القرآن العظيم كيف تواتر علی وجه البسيطة عند المسلمين تواتر طبقةٍ بحيث لايوجد أحدٌ منهم لايعلم أن كتاباً سماوياً نزل علی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم وأنه بأيدينا، ومع هذا لوطلبنا تواتر إسناد كل آية منه لأعوزنا ذلك الأمر وعجزنا"(۱).

''ترکِ رفع حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، ابوہریرہ، ابن عمر، براء بن عازب اورکعب بن عجرہ سے عملاً یا تصدیقاً ثابت ہے، ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی ہیں جن کے نام سامنے نہیں آئے، اسی طرح بعض کی تعیین بھی نہ ہوسکی۔ تابعین میں سے حضرت علی وابن مسعود کے ممتاز شاگرد، اہل کوفہ سب کے سب اور امام مالک کے عہد میں اکثر اہل مدینہ یا قریب قریب سب کا عمل ترک رفع تھا جیسا کہ مالکیہ نقل کرتے ہیں اور علامہ ابن قیم بھی اس کے معترف ہیں یہ اور بات ہے کہ اسے حجت نہیں سمجھتے۔ اسی طرح تمام شہروں میں تارکین رفع یدین کے اسماء ضبط نہ کئے جاسکے، تواتر تعامل وتوارث میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ سند وغیرہ نہیں ہوتی کیونکہ متقدمین کے ہاں تواتر تعامل نادر نہ تھا اور نہ ہی اس کا اتنا اہتمام کیا گیا، بعد میں آنے والے حضرات نے سند کا مطالبہ شروع کیا اور سند نہ ملنے پر تواتر عملی کا انکار کیا۔ ابن حزم ''محلی'' میں یہی کام کرتے ہیں گویا کہ ان کے ہاں دنیا میں

(۱) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين: ۲/٤٦٤، سعيد).

کوئی بھی واقعہ بغیر سند کے نہیں اور اس بات کا بطلان قطعی و بدیہی ہے۔ گویا کہ دنیا میں حکایت کے بغیر محکی عنہ کا وجود نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے مسائل اجماعیہ کا انکار کرتے ہیں جو خبر واحد سے منقول ہوں، اس میں تعمیر سے زیادہ تخریب ہے اور اس کا ضرر بھی بہت ہے۔ کیا آپ قرآن مقدس کو نہیں دیکھتے پوری روئے زمین پر مسلمانوں میں طبقۃً بعد طبقۃً نقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور کوئی بھی مسلم اس سے منکر نہیں کہ یہ وہ آسمانی کتاب ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور اب ہمارے ہاتھ میں ہے لیکن اس کے باوجود اگر ہم ہر آیت کی سند کے درپے ہوں تو ہم تھک ہار کر عاجز آ جائیں گے"۔

حاصل عبارت یہ ہے کہ تواتر اسناد وہاں مفید ہے جہاں تواتر عملی نہ ہو، جہاں تواتر عملی نقل در نقل چلا آ رہا ہو تو وہاں اگرچہ سند نہ ہو لیکن پھر بھی وہ تواتر الاسناد سے قوی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"إن الترك متواتر عملاً كما أن الرفع متواتر، وتوارثُ العمل بكُلٍّ من الرفع والترك من لدن عصر النبوّة إلى عهدنا هذا من غير نكيرٍ. والتعامل المتوارث أقوى حجةً في الباب، ومن توخّى عنعنة الإسناد مع وجود التواتر فقد استضاء بالمصباح عند منتصف النهار، من رجح الآحاد على التعامل المتواتر أو جعلها ناسخةً له فقد قلب الموضوع، وجعل القطعي ظنياً"(۱).

"رفع یدین کی طرح ترک رفع یدین بھی تواتر عملی سے ثابت ہے، عہد نبوی سے آج تک رفع و ترک دونوں پر بلا نکیر عمل جاری ہے۔ اور تعامل متوارث سب سے قوی دلیل ہے۔ جو لوگ تواتر عملی کے باوجود سند کے عنعنے وغیرہ کے درپے ہوتے ہیں ان کی مثال چمکتے سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، اسی طرح جو لوگ اخبار آحاد کو تواتر عملی پر ترجیح دیتے ہیں یا اخبار آحاد کو ناسخ بناتے ہیں وہ معاملے کو الٹا اور قطعی کو ظنی بناتے ہیں"۔

رفع الیدین تواتر الاسناد اور تواتر لفظی کے طور پر ثابت ہے اور ترک رفع الیدین تواتر عملی سے ثابت ہے۔ امام مالک کے ہاں تعامل اہل مدینہ کو بڑی ترجیح حاصل ہے لیکن انہوں نے کسی کا عمل رفع یدین نقل نہیں کیا:

---

(۱) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۲/۴۶۶، سعيد).

قال مالك: لاأعرف رفعَ اليدين في شيئ من تكبير الصلوة لافي خفضٍ ولا في رفع إلا في افتتاح الصلوة "(۱).

''امام مالک فرماتے ہیں میرے علم میں رفع یدین صرف اور صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہوگا، اس کے علاوہ کسی تکبیر میں یا ہر اٹھنے بیٹھنے میں رفع یدین نہیں''۔

امام مالک کی طرف ایک قول رفع یدین کا بھی منسوب ہے، علامہ ابن قاسم اس کی وضاحت فرماتے ہیں:

"كان رفع اليدين عند مالك ضعيفاً إلا في تكبيرة الإحرام"(۲).

''امام مالک کے ہاں سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرنا ضعیف ہے''۔

اسی طرح کوفہ میں بھی ایک بڑی جماعت اس پر عمل نہیں کرتی، اس سے ثابت ہوا کہ ترک رفع یدین تواتر عملی سے ثابت ہے۔''معارف السنن'' میں کئی جگہ اسے ذکر کیا گیا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ترک رفع تواتر عملی سے ثابت ہے تو ہم آپ کو ترک رفع کی احادیث پر کلام کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس لئے کہ تواتر عملی تواتر اسنادی سے قوی ہوتا ہے اور تواتر عملی میں سند پر بحث نہیں کی جاتی کہ اس حدیث کی سند کیا ہے؟ ''امعان النظر'' میں ہے:

"والمتواتر لايبحث عن رجاله أي: لايلزم فيه البحث عن رجاله بل يجب العلم به من غير بحثٍ أي: حال تحققه من غير بحث"(۳).

- علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سند وتعامل پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولايرفعون إلى التعامل رأساً، فهذا صنيعهم وإن أدى إلى إيفاء الواقع والحقيقة، والذي وقف الأمر على الإسناد يصنع هكذا، وإنما حدث الإسناد كما في مقدمة "مسلم" لئلا يدخل في الدين ماهو خارج منه وماليس منه وكان مهماً، لكن قد أدى إلى إخراج ماهو داخل وكان

(۱) (المدونة الكبرى، رفع اليدين في الركوع والاحرام: ۱/۶۸، دار صادر).

(۲) (أيضاً).

(۳) (إمعان النظر: ۲۳-۲۴).

متواتراً فصار آحاداً كالإجماع المنقول بالآحاد .... والذی يدور بالبال، وقد يقبله من له بال أن الترك قد كان كثيراً فی نفسه، وقل أسانيده كالأمر العدمی، فلما ظهرت أحاديث الرفع اعتنوا بها وجعلوه سنةً قد ترك أو أميت، وكذلك يجری فی الوجودی والعدمی، ثم جاء آخرون فشددوا، وجعلوه فاصلاً بين أهل السنة وغيرهم"(۱).

''تعامل امت اگرچہ حقیقت تک پہنچائے لیکن محدثین تعامل کو اہمت نہیں دیتے صرف سند کو ہی مدار سمجھتے ہیں اور جو حضرات صرف سند کو مدار بناتے ہیں وہ ایسا ہی کرتے ہیں حالانکہ سند کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ ایسی چیزیں دین میں داخل نہ ہو جائیں جن کا تعلق دین سے نہیں جیسا کہ مقدمہ ''مسلم'' میں تصریح ہے جب کہ تعامل کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے بعض ایسی چیزوں کو دین نے خارج کیا جاتا ہے جو دین میں داخل ہوں، تعامل کو نظر انداز کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ متواتر کو آحاد بنایا جاتا ہے یہ ایسا ہے کہ اجماع خبر واحد سے منقول ہو.......... جس بات سے ذہن مطمئن ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ترک رفع کی اسانید اگرچہ کم ہیں لیکن حقیقت میں ترک رفع ہی زیادہ تھا، امور عدمیہ میں ایسا ہی ہوتا ہے، جب رفع کی احادیث سامنے آئیں تو لوگوں نے انہیں لے لیا اور رفع یدین کو ایسی سنت سمجھا جو چھوڑ دی یا مٹادی گئی تھی۔ امور وجودیہ وعدمیہ میں ایسا ہی ہوتا ہے، اس کے بعد آنے والوں نے سختی کا مظاہرہ کیا اور رفع یدین کو اہل سنت وغیر کے درمیان فاصل بنایا''۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين: ۲/٤٦٢، سعيد).

حنفیہ کے دلائل

پہلی دلیل

"أخبرنا قتيبة، قال حدثنا الليث، عن ابن عجلان، عن علي -وهو ابن يحى- عن أبيه، عن عم له بدري أنه حدثه أن رجلاً دخل المسجد، فصلى، ورسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يرمقه، ونحن لانشعر، فلما فرغ، أقبل فسلم على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: ارجع فصل؛ فإنك لم تصل، فرجع فصلى، ثم أقبل إلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: ارجع فصل؛ فإنك لم تصل مرتين أو ثلثاً، فقال له الرجل: والذى أكرمك يارسول الله! لقد جهدت، فعلّمني، فقال: إذا قمت تريد الصلوة، فتوضأ فأحسن وضوءك، ثم استقبل القبلة، فكبر، ثم اقرأ، ثم اركع، فاطمئن راكعاً، ثم ارفع حتى تعتدل قائماً، ثم اسجد حتى تطمئنّ ساجداً، ثم ارفع حتى تطمئن قاعداً، ثم اسجد حتى تطمئنّ ساجداً، ثم ارفع، ثم افعل كذلك حتى تفرغ من صلاتك"(۱).

"بدری صحابی راوی ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے کن انکھیوں سے دیکھنے لگے ہمیں احساس نہ ہوا، جب نماز سے فارغ ہو کر وہ شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اور سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

---

(۱) (سنن النسائي، كتاب السهو، باب أقل ماتجزئ به الصلوة: ۱/۱۹۳-۱۹۴، قديمى).

وسلم نے فرمایا: جاؤ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس نے دوبارہ نماز پڑھی اور نماز کے بعد خدمت اقدس میں حاضری دی، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: جاؤ نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی، دو تین مرتبہ ایسے ہوا تو اس شخص نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو عزت بخشی، اے اللہ کے رسول! مجھے صحیح طریقے پر نماز پڑھنا سکھلا دیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نماز کا ارادہ کرو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کہو اور قراءت کرو، اس کے بعد اچھی طرح اطمینان سے رکوع کرو، پھر اچھی طرح اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، پھر اچھی طرح اطمینان سے سجدہ کرو، اس کے بعد اچھی طرح اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اچھی طرح اطمینان سے سجدہ کرو، پھر دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور ہر رکعت میں یہی ترتیب اپناؤ''۔

اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خلاد بن رافع کو نماز کا طریقہ، ارکان واجبات بتلائے لیکن رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ اگر رفع یدین واجب ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے بھی بیان فرماتے لیکن بیان نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین واجب نہیں۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد تقرر بأن حديث المسيء هو المرجع في معرفة واجبات الصلوة"(۱).

''واجبات نماز کے سلسلے میں حدیث مسیء کا متعین ہونا ثابت شدہ امر ہے، یعنی جو اس حدیث میں ہے وہی واجب ہے''۔

"قد تقرر من الفقهاء الاستدلال بهذا الحديث على وجوب ماذكر فيه، وعدم وجوب مالم يذكر فيه"(۲).

''فقہاء کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو کچھ اس حدیث میں ہے وہ واجب ہے اور جسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں بیان فرمایا وہ واجب نہیں''۔

---

(۱) (نيل الأوطار، أبواب صفة الصلوة، باب افتراض افتتاحها بالتكبير: ۱۸۵/۲، عباس أحمد الباز).

(۲) (نيل الأوطار، باب السجدة الثانية ولزوم الطمانينة في الركوع: ۲۹۷/۲، عباس أحمد الباز).

علامہ امیر یمانی فرماتے ہیں:

"وأما الاستدلال بأن كل مالم يذكر فيه لايجب؛ فلأن المقام مقامُ تعليم الواجبات في الصلوة، فلو ترك ذكر بعض مايجب، لكان فيه تاخير البيان عن وقت الحاجة، وهولا يجوز بالاجماع"(۱).

"اس حدیث میں جس چیز کا ذکر نہیں وہ واجب بھی نہیں، یہ استدلال اس لئے کرتے ہیں کہ یہ مقام نماز کے واجبات کی تعلیم کا مقام ہے، اگر بعض واجبات کو چھوڑا جاتا تو اس میں باوجود حاجت کے بیان کو مؤخر کرنا لازم آتا ہے، جو کہ بالاجماع جائز نہیں"۔

اس عبارت سے غیر مقلدین کی اس بات کا جواب بھی ہوگیا کہ رفع یدین اگر چہ واجب ہے لیکن اسے مؤخر کیا گیا۔

البتہ ایک اور اشکال ہے کہ عدم ذكر الشيء لايستلزم عدمه. کسی چیز کا تذکرہ نہ کرنا اس کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً: دورہ حدیث کے طلباء فلاں فلاں ہیں، ایک دو کا نام نہ لیا تو ان کا تذکرہ نہ کرنا اس پر دال نہیں کہ وہ موجود نہیں، اسی طرح رفع یدین کا تذکرہ نہ کرنا اس کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

جواب

یہ قواعد اور اصول جب ہم پیش کرتے ہیں تو آپ انہیں تسلیم نہیں کرتے کہ یہ قرآن وحدیث نہیں، لہٰذا آپ کو بھی چاہیے کہ کوئی ایسی حدیث ذکر کریں جس میں موجود ہو کہ عدم ذكر الشيء لايستلزم ذكره.

۲...... یہ مقام مقامِ تعلیم واجبات صلوۃ ہے، اور مقام تعلیم واجبات صلاۃ میں واجب کو ذکر نہ کرنا واجب نہ ہونے کی دلیل ہے، جس طرح مقام بیان میں کسی چیز کا ذکر نہ کرنا اس کے عدم کی دلیل ہوا کرتی ہے۔ اس کی تائید امام بخاری کے صنیع سے بھی ہوتی ہے۔

امام بخاری بسا اوقات عدم ذكر الشيء في مقام بيانه سے اس شی کے عدم پر استدلال کرتے ہیں، یعنی بیان کرتے ہیں کہ مقام پر بیان نہ کرنا نہ ہونے کی دلیل ہے۔ مثلاً: تحویل رداء کے متعلق فرمایا: "إن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يحول رداءه في صلوة الاستقاء". نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

(۱) (سبل السلام، باب صفة الصلوة: ۲۷۱/۱، دار الحديث القاهرة).

صلاۃ الاستسقاء میں چادر کو نہیں پلٹا۔ تحویل ردا کی نفی اور دلیل دی "لم یذکر أنہ حول رداء ہ ولا استقبل القبلة". تحویل رداء کا ذکر نہیں اس عدم ذکر کو عدم تحویل رداء پر دلیل بنایا ہے (۱)۔

اسی طرح ہم اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ مقام مقامِ تعلیم واجبات صلوۃ ہے اور مقام بیان واجباتِ صلوۃ میں ذکر نہ کرنا عدم وجوب کی دلیل ہے۔ لو کان واجباً لبیّنہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، لکن التالی باطل، فالمقدم مثلہ فی البطلان.

دوسری دلیل

"حدثنا عبداللہ بن محمد النفیلی، قال حدثنا زھیر، قال حدثنا الأعمش، عن المسیب بن رافع، عن تمیم الطائی، عن جابر بن سمرة قال: دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، والناس رافعو أیدیھم -قال زھیر: أراہ قال فی الصلوة- فقال: مالی! أراکم رافعی أیدیکم کأنھا أذناب خیل شمس، اسکنوا فی الصلوة" (۲).

"حضرت جابر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تشریف لائے لوگ حالتِ نماز میں ہاتھ اٹھا رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا بات ہے کہ نماز میں اس طرح ہاتھ اٹھاتے ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دُمیں، نماز میں سکون سے رہا کرو"۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ ممانعت رفع الیدین عندالرکوع وعند رفع الراس من الرکوع سے نہیں بلکہ بوقت سلام ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا۔

جواب

علامہ زیلعی فرماتے ہیں: رفع الیدین عندالرکوع وعند رفع الراس من الرکوع سے ممانعت والی حدیث الگ ہے اور بوقت سلام ہاتھ اٹھانے سے منع کرنے والی حدیث الگ ہے (۳)۔

دونوں کو ایک شمار نہیں کر سکتے، اگر چہ دونوں حضرت جابر بن سمرۃ سے مروی ہیں۔

---

(۱) (الصحیح للبخاری، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ الاستسقاء: ۱۳۸/۱، قدیمی)۔

(۲) (سنن أبوداود، کتاب الصلوۃ، باب فی السلام: ۱۵۰/۱، إمدادیة)۔

(۳) (نصب الرایة، کتاب الصلوۃ، باب صفة الصلوۃ: ۴۸۲/۱، حقانیة)۔

۲- دوسری بات یہ ہے کہ اشتراک فی الحدیثین اس وقت ہوگا جب دونوں حدیثوں کے رواۃ میں بھی اشتراک ہو، یہاں یہ صورت نہیں، سوائے حضرت جابر کے باقی تمام رواۃ مختلف ہیں، لہٰذا دونوں کو ایک قرار دینا درست نہیں۔

۳- نیز اگران دونوں حدیثوں کو ایک شمار کیا جائے تو یہ حدیث ممانعت سلام والی حدیث کی تاکید ہوگی اور دونوں سے ایک ہی حکم ثابت ہوگا، اور اگر اس حدیث کو منع رفع الیدین عندالرکوع پر محمول کیا جائے اور دوسری کو ممانعت رفع عندالتسلیم پر تو یہ تاسیس ہے اور التأسيس أولى من التاكيد، یا الحمل على المعنى الجديد أولى. لہٰذا اسے عندالرکوع پر محمول کریں گے۔

۴- ہمارا استدلال "مالی أراكم رافعي أيديكم" سے نہیں بلکہ "اسكنوا في الصلوة" سے ہے۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔ اور یہ الفاظ زائد اور عموم پر دلالت کرتے ہیں، یعنی اسكنوا عند الركوع، اسكنوا عند رفع الرأس من الركوع. والعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد.

تیسری دلیل

أخبرنا سويد بن نصر، حدثنا عبدالله بن مبارك، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبدالرحمن بن الأسود، عن علقمة، عن عبدالله قال: ألا أخبركم بصلوة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قال: فقام، فرفع يديه أول مرة، ثم لم يعد"(۱).

"حضرت علقمہ راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تمہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں بتاؤں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود کھڑے ہوکر نبوی نماز کی تعلیم دینے لگے، صرف پہلی مرتبہ بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھ اٹھائے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کیا"۔

غیر مقلدین حتی الامکان اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں، کیونکہ صراحتاً ان کے خلاف ہے "ابوداوٗد" میں روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں: "ألا أصلي بكم صلوة رسول الله"، صلوة،

(۱) (نسائی، كتاب الصلوة، باب ترك ذلك: ۱ ...... ۱۵۸، قديمی)

(وأبوداود، كتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عن الركوع: ۱/۱۱٦، إمدادية).

مفعول مطلق ہے اوراس کی اضافت رسول کی طرف ہے، اسے اضافت نوعیہ کہا جاتا ہے، معنی یہ ہوگا کیا میں تمہیں ایسی نماز نہ پڑھاؤں جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کی طرح ہو۔

سند کے رواۃ

"سوید بن نصر: ثقة "(١).

"عبدالله بن مبارك: ثقة، ثبت، فقيه، عالم، جواد مجاهد، جمعت فيه خصال الخير إمام"(٢).

"سفيان ثورى : ثقة، حافظ فقيه، عابد حجة إمام"(٣).

"عاصم بن كليب: قال ابن معين ثقة، وقال أبوحاتم : صالح .... وقال أحمد بن صالح المصرى: يُعدُّ من وجوه الكوفيين الثقات، وقال ابن سعد: ثقة يحتج به، وليس بكثير الحديث"(٤).

"عبدالرحمن بن الأسود : ثقة"(٥).

"علقمة: ثقةثبت عالم"(٦).

عبدالله بن مسعود: صحابى لايسئل عن مثله؛ لأن الصحابة كلهم عدول.

اختلاف عبداللہ بن مسعود ابن عمر میں ابن مسعود کا قول معتبر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں حاکم فرماتے ہیں: "إذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واختلفا فابن مسعود أولى أن يُتبَّع"(٧).

---

(١) (التقريب: ٢/٩٦، مؤسسة الرسالة).

(٢) (التقريب: ٢/٢٦٠، مؤسسة الرسالة).

(٣) (التقريب: ٢/٥٠، مؤسسة الرسالة).

(٤) (تهذيب التهذيب ٥/٥٦، دائرة المعارف النظامية، حيدر آباد، دكن).

(٥) (التقريب: ٢/٣٠٦، مؤسسة الرسالة).

(٦) (التقريب: ٣/٣٤، مؤسسة الرسالة).

(٧) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ٢/٥٠١، سعيد).

''اگر کسی مسئلے میں ابن مسعود وابن عمر دونوں کا قول موجود ہو اور ان میں اختلاف ہو تو ایسی صورت میں ابن مسعود اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ان کی پیروی کی جائے''۔

رفع الیدین کی روایات ابن عمر سے منقول ہیں اسی طرح ترک رفع کی روایات بھی ان سے مروی ہیں، بالفرض اگر ان سے ترک کی روایات منقول نہ بھی ہوتیں تب بھی ان کا اختلاف حضرت عبداللہ بن مسعود سے ہے، اور مذکورہ عبارت سے اس اختلاف میں جانب راجح کی تعین ہوگئی، لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے ترک رفع کی روایات کو راجح قرار دیا جائے گا۔

امام ترمذی مذکورہ حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: "حديث ابن مسعود حديث حسن" (۱).

علامہ ابن حزم "المحلی" میں فرماتے ہیں: "إن هذا الخبر صحيح". یہ حدیث صحیح ہے'' (۲)۔

''مشکوۃ'' کی عبارت سے اعتراض

صاحب مشکوۃ نے ''مشکوۃ'' میں بحوالہ ''ابوداوٗد'' اس حدیث کو نقل کیا اس کے بعد فرمایا: قال "أبوداؤد: ليس هو بصحيح على هذا المعنى" (۳).

کہ یہ حدیث اس معنی پر درست نہیں۔ اس عبارت کے متعلق محققین فرماتے ہیں کہ ''ابوداوٗد'' کے صحیح نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادی کہتے ہیں کہ میرے پاس ''ابوداوٗد'' کے دو پرانے نسخے موجود ہیں، ان میں یہ عبارت مذکور ہے (۴)۔

لیکن جب عام ومتداول نسخوں میں یہ عبارت موجود نہیں تو شخصی اور نادر نسخوں کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مذکورہ حدیث مرفوع ہے

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ "الا اصلی بکم" قول صحابی وعمل صحابی کا بیان

---

(۱) (جامع الترمذي، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد).

(۲) (المحلى، كتاب الصلوة، حكم رفع اليدين: ۳/۴، دار الكتب العلمية).

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، الفصل الثالث: ۱/۷۷ قديمي).

(۴) (عون المعبود، كتاب الصلوة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع: ۲/۳۴۰، دار الفكر).

ہے، لہٰذا یہ حدیث موقوف ہے۔

جواب

مسلّم قاعدہ ہے کہ: ''قول الصحابی وفعله فیما لا یدرك بالقیاس، حکمه حکم الرفع''.

''جو چیزیں عقل کے بس میں نہ ہوں ان میں صحابی کے قول کا درجہ حدیث مرفوع کا ہے''۔

اور نماز بھی غیر مدرک بالقیاس ہے۔

۲- حدیث میں مفعول مطلق نوعی کا بیان ہے کہ اپنی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز سے تشبیہ دی ''صلاۃ رسول اللہ'' لہٰذا یہ مرفوع صریحی کے حکم میں ہے۔ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تب بھی رفع ثابت ہو جاتا، ان الفاظ کے ساتھ تو رفع صراحتاً ثابت ہوگا۔

چوتھی دلیل حدیث براء بن عازب

"حدثنا محمد بن الصباح البزاز، ناشریك، عن یزید بن أبی زیاد، عن عبدالرحمن بن أبی لیلی، عن البراء بن عازب أن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم کان إذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه إلی قریب من أذنیه، ثم لایعود". [أی إلی رفع الیدین] "(۱).

''حضرت براء بن عازب روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تو کانوں تک ہاتھ اٹھاتے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

"حدثنا حسین بن عبدالرحمن، أنا وکیع، عن ابن أبی لیلی، عن عیسی، عن الحکم، عن عبدالرحمن بن أبی لیلی، عن البراء بن عازب قال: رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم رفع یدیه حین افتتح الصلوۃ، ثم لم یرفعهما حتی انصرف"(۲).

''حضرت براء بن عازب راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

(۱) (سنن أبو داود، کتاب الصلوۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع: ۱۱٦، امدادیه).

(۲) (أبو داود، کتاب الصلوۃ، باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع: ۱/۱۱٦ ۱۱۷، امدادیه).

وسلم کو دیکھا آغازِ نماز میں رفع یدین کرتے، اس کے بعد آخر تک رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔

وکیع پر اعتراض

اس حدیث کی سند میں وکیع ہیں جو کہ "لا یعود" کی زیادتی نقل کرنے میں متفرد ہیں کسی اور نے اس زیادتی کو نقل نہیں کیا، لہٰذا یہ قابل قبول نہیں۔

جواب

وکیع ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی قابل قبول ہوتی ہے "زیادة الثقة مقبولة"۔ نیز وکیع نقل زیادة میں متفرد نہیں۔ وکیع کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل نے بھی اسے نقل کیا (۱)۔

عثمان بن أبی شیبہ بھی اسے نقل کرتے ہیں (۲)۔

محمود بن غیلان کی روایت میں بھی یہ موجود ہے (۳)۔

ھناد بن صریح نے بھی اسے روایت کیا (۴)۔

نعیم بن حماد کی متابعت بھی موجود ہے (۵)۔

تفرد سفیان پر اعتراض

اسی طرح امام بخاری کا اعتراض نقل کرتے ہیں کہ سفیان ثوری نے یہ زیادتی نقل کی اور ان سے غلطی ہوئی، ان کا کوئی متابع نہیں۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ سفیان ثقہ ہیں اور "زیادة الثقة مقبولة"۔

محدثین کا طریقہ ہے کہ اعلال کرتے وقت الفاظ کی رعایت کرتے ہیں، اگر مان لیا جائے کہ "لا یعود" یا "فلم یعد" کے الفاظ ثابت نہیں تو پھر بھی اس اعلال سے مذکورہ مسئلے پر فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ان کے علاوہ

---

(۱) (مسند أحمد: ۱٦/۲، دار إحیاء التراث العربی).

(۲) (أبوداود: ۱/۱۱٦، کتاب الصلوة، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، إمدادیة).

(۳) (سنن النسائی، کتاب الصلوة، الرخصة فی ذلك: ۱/۱٦۱، قدیمی).

(٤) (جامع الترمذی، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین عند الرکوع: ۱/۱۵۹ سعید).

(۵) (شرح معانی الآثار، کتاب الصلوة، باب التکبیر للرکوع: ۱/۱۵٤، سعید).

دیگر الفاظ "في أول مرة" ، "مرة واحدة" ، "إلا مرة" موجود ہیں اور نتیجہ و مآل ان سب کا ایک ہے کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین بعد میں رفع یدین نہیں کیا۔

غیر مقلدین کا دعویٰ، ترک رفع مسامحات ابن مسعود ہے

غیر مقلدین نے ایک فہرست بنائی جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسامحات کو جمع کیا کہ اس مقام پر ان سے یہ مسامحت واقع ہوئی اور یہاں پر یہ مسامحت الخ کہتے ہیں کہ ترک رفع یدین بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کے مسامحات میں سے ہے۔ اس لئے ہم حضرت عبداللہ بن عمر کی روایات کو لیتے ہیں۔

جواب

اس قسم کی خطاؤں اور علمی تسامح سے حضرت ابن عمر بھی مستثنیٰ نہیں، اگر صرف اس احتمال کی بناء پر حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات کو آپ ترک کرتے ہیں تو ممکن ہے کہ کہا جائے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے تسامح واقع ہوا ہے لیکن یہ درست نہیں کیونکہ محض احتمال کافی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے صرف ترک رفع یدین کی روایات منقول ہیں، رفع یدین کی کوئی روایت منقول نہیں، جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے دونوں قسم کی روایات مروی ہیں، لہٰذا "إذا تعارضا تساقطا" کے قاعدے کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن عمر کی روایات میں تعارض ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات تعارض سے خالی ہیں، انہیں لیا جائے گا۔

یا پھر یہ کہا جائے گا رفع یدین اختیاری چیز ہے، حضرت عبداللہ بن عمر نے کبھی رفع یدین کیا اور کبھی نہیں کیا۔ تب بھی رفع یدین کا سنت مؤکدہ یا واجب ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

یا پھر حاکم والے ضابطہ "إذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واختلفا فابن مسعود أولى أن يتبع" کو لیا جائے گا۔

عدمِ ثبوت عند محدث عدم صحت کو مستلزم نہیں

مذکورہ حدیث کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: ابن مسعود کی حدیث میرے ہاں ثابت نہیں۔ آپ کس طرح اس سے استدلال کرتے ہیں؟

جواب

علامہ زیلعی بحوالہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں: عبداللہ بن مبارک کے ہاں کسی حدیث کا صحیح نہ ہونا مطلقاً اس حدیث کی عدم صحت کو مستلزم نہیں: قال الشيخ [تقي الدين ابن دقيق الغيد] في "الإمام": وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لايمنع من النظر فيه"(۱).

اس لئے کہ صحت حدیث اور ضعف حدیث امور اضافیہ ہیں: صحيح عندقوم وضعيف عند الأخرين.

''بخاری'' کی کتنی حدیثیں ہیں جن کے بارے میں محدثین نے تحفظات کا اظہار کیا ہے، اگر اس حدیث کے متعلق عبداللہ بن مبارک نے کلام کیا تو اس سے لازم نہیں آتا کہ سب کے نزدیک حدیث متکلم فیہ ہو۔ نیز عبداللہ بن مبارک نے اگر ضعیف قرار دیا ہے تو عاصم بن کلیب کی وجہ سے اور عاصم بن کلیب کے ثقہ ہونے کے متعلق کلام گزر چکا۔

قطع نظر ان تمام باتوں کے اس حدیث کو تلقی بقبول الامۃ اور تواتر عملی جیسی تائیدات حاصل ہیں اور تواتر عملی میں سند پر بحث نہیں کی جاتی۔

اسی طرح ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے ترک رفع پر دو روایتیں قولی وفعلی منقول ہیں۔ عبداللہ بن مبارک ابن مسعود کی قولی حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، فعلی کے بارے میں یہ مسئلہ نہیں۔ قولی روایت: "أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه أول مرة"(۲).

اس روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فعل کا تذکرہ نہیں بلکہ یہ قولی روایت ہے، جس کے متعلق عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ ثابت نہیں اور ہم نے جو روایت پیش کی وہ قولی بھی ہے اور فعلی بھی۔ "ألا أصلي بكم صلوة رسول الله" الحديث.

نفی صحت ضعف کو مستلزم نہیں

نیز عبداللہ بن مبارک کے قول میں ''لایثبت'' بمعنی ''لایصح'' ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں، ونفي الصحة

(۱) (نصب الراية للزيلعي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/۴۷۳، حقانيه).

(۲) (جامع الترمذي، باب رفع اليدين عند الركوع: ۱/۵۹، سعيد).

لا یستلزم ضعف الحدیث اس لئے کہ نافی صحت کی نفی کر رہا ہے جو کہ اخص ہے، اور ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث حسن ہو اور حسن، صحیح مطلق کی قسم ہے: ونفی الأخص لایستلزم نفی الأعم اسی طرح نفی الأقوی لایستلزم نفی الأضعف. اور نفی الصحة لایستلزم ضعف الحدیث کو غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں(۱)۔

لہٰذا ہم کہتے ہیں ''لایثبت'' ''لایصح'' کے معنی میں ہے اور اس سے صرف صحت کی نفی ہوگی (عند ابن المبارک) حسن ہونے کی نفی پھر بھی نہ ہوگی۔

اصول میں گزرا کہ مجتہد کا کسی حدیث سے استدلال کرنا صحت حدیث کی علامت ہے، امام ابوحنیفہ، اہل کوفہ، اہل مدینہ سب ترک رفع یدین کرتے ہیں، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

پانچویں دلیل

حدثنا الحمیدی، قال حدثنا سفیان، قال حدثنا الزهری، قال أخبرنی سالم بن عبدالله، عن أبیه قال: رأیت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم إذا افتتح الصلوة رفع یدیه حذو منکبیه وإذا أراد أن یرکع، وبعد مایرفع الرأس من الرکوع، فلا یرفع ولا بین السجدتین"(۲).

''سالم بن عبداللہ اپنے والد عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین کرتے، اس کے علاوہ رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

روایت بالکل صریح ہے کہ عندالرکوع وعندرفع الرأس من الرکوع اور بین السجدتین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول ترک رفع تھا۔ غیر مقلدین اس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ محرف ہے اور مسند حمیدی میں مذکورہ الفاظ کے ساتھ نہیں، لیکن مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی (مصحح مسند حمیدی) فرماتے ہیں کہ یہ روایت اسی طرح ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

(۱) (مرعاة المفاتیح، لم أظفر علیه).

(۲) (مسند حمیدی ۲/۲۷۷، المکتبة السلفیة، المدینة المنورة).

چھٹی دلیل

عن الأسود قال: "رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود"(۱).

''اسود فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے، اس کے بعد نہیں کرتے تھے''۔

اگرچہ مذکورہ روایت موقوف ہے لیکن مالا یدرك بالعقل کے قبیل سے، لہٰذا محدثین کے قاعدے کے مطابق اسے رفع کا درجہ حاصل ہے۔

ساتویں دلیل

عن عاصم بن كليب، عن أبيه أن علياً كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة، ثم لايرفع بعد"(۲).

''عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

آٹھویں دلیل

حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة، قال حدثنا أبوبكر بن عياش، عن حصين، عن مجاهد قال: ما رأيت ابن عمر يرفع يديه إلا في أول مايفتتح"(۳).

''مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کو کبھی سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرتے نہیں دیکھا''۔

---

(۱) (معاني الآثار، كتاب الصلوة، باب التكبير للركوع: ۱۵۶/۱، سعيد).

(وابن أبي شيبة، كتاب الصلوة، باب من كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لايعود: ۲۱۴/۱).

(۲) (معاني الآثار، كتاب الصلوة، باب التكبير للركوع: ۱۵۴/۲، سعيد).

(وابن أبي شيبة: ۱۵٤/۱، دار الكتب العلمية).

(۳) (ابن أبي شيبة، كتاب الصلوة، باب من كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لايعود: ۱۴/۱۰، دار الكتب العلمية).

اس حدیث کی سند میں ابوبکر بن ابی شیبہ: ثقہ، ابوبکر بن عیاش ملقب شیخ الاسلام: ثقہ، حصین: ثقہ، مجاہد مشہور مفسر اور پہلے یہ بات گزری کہ ابن عمر سے رفع و ترک رفع دونوں قسم کی روایات مروی ہیں۔

اعتراض

کہتے ہیں کہ امام بیہقی نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور وجہ یہ ہے کہ ابن عمر سے رفع یدین کا ثبوت اور رفع الیدین کی رایات منقول ہیں۔لہٰذا ترک رفع کی روایت موضوع ہے۔

جواب

صرف اس بنیاد پر کہ ابن عمر سے رفع الیدین کی روایات اور عمل منقول ہے اسے موضوع قرار دینا کسی صورت میں درست نہیں، دونوں روایتیں اور عمل ابن عمر سے منقول ہونے میں کوئی خرابی نہیں کیونکہ یہ امر مباح ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"الجمع بين الروايتين ممكن، وهو أنه لم يكن يراه واجباً، ففعله تارةً، وتركه أخرى"(١).

جب دونوں قسم کی روایات ثابت اور منقول ہیں تو اس احتمال کی وجہ سے حدیث کو نا قابل اعتبار ٹھہرانا غلط ہے۔

نیز جب سند پر آپ کو اعتراض نہیں اور سندِ صحیح سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رفع یدین اور ترک رفع یدین ثابت ہے تو ہم آپ کو اجازت نہیں دیں گے کہ آپ احتمالات کی وجہ سے راجح و مرجوح کا فیصلہ کریں۔

نویں دلیل

عن إبراهيم قال: كان عبدالله لا يرفع يديه في شئ من الصلوة"(٢).

"ابراہیم نخعی فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نماز میں رفع یدین نہیں

---

(١) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر: ٢/٢٨٠، قديمي).

(٢) (معاني الآثار، كتاب الصلوة، باب التكبير للركوع والسجود: ١/١٥٦، سعيد).

کرتے تھے"۔

اِس پر اعتراض کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کا لقاء عبداللہ بن مسعود سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔

جواب

علامہ ابن قیم نے "زادالمعاد" میں فرمایا: "مراسیل إبراهيم صحيحة".

امام طحاوی فرماتے ہیں: "كان إبراهيم إذا أرسل عن عبد الله لم يرسله إلا بعد صحته عنده وتواتر الرواية عن عبدالله"(۱).

"ابراہیم نخعی صرف اسی صورت میں عبداللہ بن مسعود کی روایات مرسلاً نقل کرتے جب انہیں یقین ہو جاتا کہ یہ روایت صحیح اور عبداللہ بن مسعود سے تواتراً منقول ہے"۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی اس وقت تک مراسیل نقل نہیں کرتے جب تک انہیں صحت روایت اور تواتریت عن عبداللہ بن مسعود کا یقین نہ ہو جائے، اس میں چونکہ انہیں یقین تواتریت تھا اسی لئے مرسلاً نقل کیا۔ اس کے علاوہ حنفیہ و مالکیہ مراسیل کو حجت مانتے ہیں، آپ اگر مراسیل کو قابل استدلال نہیں سمجھتے تو یہ آپ کا اصول ہے، ہم اس کے پابند نہیں اور نہ ہی آپ ہمیں اس کا پابند کر سکتے ہیں کیونکہ ہر فریق اپنے اپنے اصولوں کا پابند ہوگا اور ہمارا اصول یہ ہے کہ: المراسيل عندنا حجة أي: عند عدم ورود نصوص أخرى [لا مطلقاً].

دسویں دلیل

عن أبي إسحق قال: كان أصحاب عبدالله وأصحاب علي لا يرفعون أيديهم إلا في افتتاح من الصلوة، قال وكيع: ثم لا يعودون"(۲).

"ابواسحق فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے اصحاب صرف

(۱) (معاني الآثار، كتاب الصلوة، باب التكبير للركوع والسجود: ۱/۱۵۵، سعيد).

(۲) (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الصلوة، باب من كان يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود: ۱/۲۱٤، دار الكتب العلمية).

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے، وکیع فرماتے ہیں: اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

"عن الأسود قال: صليت مع عمر فلم يرفع يديه في شيء من صلاته إلا حين افتتح الصلوة، وقال عبدالملك: رأيت الشعبي وإبراهيم وأبا إسحق لا يرفعون أيديهم إلا حين يفتتحون الصلوة"(۱).

''اسود فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں کیا، عبدالملک فرماتے ہیں: میں نے امام شعبی، ابراہیم نخعی اور ابو اسحٰق کو دیکھا، یہ حضرات سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

ان کے علاوہ دیگر دلائل بھی ترک رفع پر دال ہیں (۲)۔

"عن أبي بكر بن عياش قال: ما رأيت فقيهاً قط يفعله، يرفع يديه في غير التكبيرة الأولى".

''ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں: میں نے کسی فقیہ کو سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرتے نہیں پایا''۔

"عن ابن عباسٍ موقوفاً قال: ترفع الأيدي في سبع مواطن: إذا قام إلى الصلوة، وإذا رأى البيت، وعلى الصفا، والمروة، وفي جمعٍ، وفي عرفاتٍ، وعند الجمار".

''حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت ہے کہ رفع یدین سات مقام میں ہوتا ہے: افتتاح نماز میں، بیت اللہ کو دیکھتے وقت، صفا پر، مروہ پر، جمع میں، عرفات میں اور رمی جمار کے وقت''۔

"عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة، ويكبر في كل خفضٍ ورفعٍ، ويقول: إني أشبهكم بصلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم".

---

(۱) (ابن أبي شيبه، كتاب الصلوة، باب من كان يرفع يديه في أول تكبيرة: ۱/ ۲۱٤، دار الكتب العلمية).

(۲) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين: ۲/ ٤۹٤-٤۹٦، سعيد).

''حضرت ابوہریرۃ سے مروی ہے کہ وہ افتتاح نماز میں رفع یدین کرتے، تمام انتقالات میں تکبیر کہتے اور فرماتے تھے: میری نماز تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ ہے''۔

"عن عباد بن الزبير مرسلاً: أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه في أول الصلوة، ثم لم يرفعهما في شيء حتى يفرغ".

''حضرت عباد بن زبیر سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتتاح نماز میں رفع یدین کرتے اس کے بعد فراغت نماز تک رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

"روى عن ابن عمر مرفوعاً: إن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة ثم لا يعود".

''حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت نقل کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتتاح نماز میں رفع یدین فرماتے، اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وينبغي أن يُعَدَّ من دلائلنا رواية كل من استقصى صفة الصلوة ولم يذكر رفع اليدين"(١).

''ہمارے دلائل میں وہ احادیث بھی شامل ہیں جن میں نماز کے طریقہ کا بیان ہے، لیکن رفع یدین کا تذکرہ نہیں''۔

☆......☆......☆......☆......☆

(١) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ٤٦٢/٢-٤٦٣ - سعيد).

قائلین رفع کے دلائل

١ - عن سالم بن عبدالله، عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا قام في الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه، وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع، ويفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع"(١).

''حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے، اسی طرح رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے''۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہم مثبت ہیں کہ رفع یدین کو ثابت کرتے ہیں اور آپ رفع یدین کی نفی کرتے ہیں جب کہ قاعدہ ہے "المثبت مقدم علی النفی" لہٰذا وہی بات معتبر ہوگی جس کے قائل ہم ہیں۔

المثبت مقدم علی النفی کی توضیح

''قواعد الفقہ'' میں یہ قاعدہ مذکور ہے لیکن اس کی شرح میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ اثبات نفی پر اس وقت مقدم ہوگا جب نفی مدلول النص نہ ہو، اگر نفی مدلول النص ہو تو پھر وہ بھی اثبات کے معارض ہوگی (٢)۔

اس وقت ترجیح کے دوسرے طرق کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

---

(١) (الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر: ١٠٢/١، قديمي).

(٢) (قواعد الفقه: ٥٣، الصدف پبلشرز).

جواب

حنیفہ کا صحیح قول رفع یدین کے بارے میں خلاف اولیٰ کا ہے، اس کی اباحت سے ہمیں انکار نہیں، علامہ یوسف بنوری فرماتے ہیں:

"ثم اعلم أن الرفع قبل الركوع وبعده غير معمول به وغير مندوب عندنا معاشر الحنفية لا أنه مكروه"(١).

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اسے ترک کیا جائے گا۔ باقی آپ کی ذکر کردہ احادیث وجود وثبوت رفع یدین پر تو دلالت کرتی ہیں لیکن وجوب ودوام رفع یدین پر دال نہیں:

"وأما دوام العمل بالرفع فلم يثبت عن واحد منهم فضلاً عن العشرة"(٢).

''رفع یدین پر دوام کسی ایک صحابی سے سند صحیح سے ثابت نہیں چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ سے ثابت ہو''۔

ثبوت الشئ لايستلزم كونه واجباً أو سنةً. ثبوت الشئ اور ہے اور وجوب الشئ اور ہے۔

۲- حضرت ابن عمر سے رفع وترک رفع دونوں قسم کی روایات ثابت ہیں، اگر آپ بھی علماء محققین کی طرح اسے فعل اختیاری تسلیم کرتے ہیں تو مناظرے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ اس بات کے قائل ہیں کہ صرف اور صرف رفع یدین تو اس کی وضاحت کریں کہ رفع الیدین مقدم ہے یا ترک الرفع؟ اگر ترک مقدم اور رفع مؤخر ہے تو رفع یدین کو ترجیح ہوگی بصورت دیگر رفع مقدم اور ترک مؤخر ہو تو حنفیہ کی بات معتبر ہوگی۔ ماہرین فن اور محدثین کا طریقہ اور طرز اس پر دلالت کرتا ہے کہ رفع الیدین مقدم اور ترک رفع مؤخر ہے۔

۳- مذکورہ حدیث میں کئی قسم کے اضطراب ہیں: جیسا کہ علامہ یوسف بنوری فرماتے ہیں:

"الأول: بذكر الرفع في الافتتاح فقط كما في "المدونة الكبرى" عن مالك، وسرده مدونها في أدلة الترك. أنظر "المدونة". (١/٧١).

الثاني: بذكر الرفع في الافتتاح وبعد الركوع، وهو سياق "المؤطا" لمالك أي: في

---

(١) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عندالركوع: ٢/٤٥٨، سعيد).

(٢) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ٢/٤٦٨، سعيد).

الموضعين، ولم يذكر الرفع عند الركوع، وهو رواية يحى، وتابعه القعنبى والشافعى ومعن وابن نافع الزبيدى وجماعة كما يقوله ابن عبدالبر، وقد تابع مالكاً ابن عيينه ويونس وغيرهما عن الزهرى.

الثالث: بذكر الرفع فى المواضع الثلاثة، وهو رواية ابن وهب ومحمد بن الحسن وابن القاسم وجماعة عن مالك، وليس فى "الموطأ" من رواية الصمودى".

الرابع: بزيادة الرفع بعد الركعتين ماعدا المواضع الثلاثة من طريق نافع عند البخارى فى "صحيحه" فيكون الرفع فى أربعة مواضع، وهو وإن اختلف فيه رفعاً ووقفاً لكن الحافظ فى "الفتح" يرجح الرفع، ويزعمه ابن خزيمة سنة، ويلزم ابن دقيق العيد الشافعى به لقاعدته بالأخذ بما ثبت وصح من الزيادة.

الخامس: بزيادة الرفع للسجود ماعدا المواضع الأربعة عندالبخارى فى "جزئه" من طريق نافع، فيكون الرفع فى خمسة مواضع".

السادس: بذكر الرفع فى كل خفض ورفع وركوع وسجود وقيام وقعود وبين السجدتين عند الطحطاوى فى "مشكل الآثار" كما حكاه الحافظ فى "الفتح". (١٨٥/٢)(١).

''امام مالک نے اسی روایت کو''المدونۃ الکبریٰ''.(٦٩/١) میں نقل کیا اس میں صرف رفع الیدین عندالافتتاح کا ذکر ہے، رفع الیدین عندالرکوع وعندرفع الراس کا تذکرہ نہیں۔ چونکہ رفع عندالافتتاح متفق علیہ تھا اسی لئے امام مالک نے اسے ذکر کیا۔ عندالرکوع ورفع الرأس منہ کے ذکر کو بنابر اختلاف ترک کیا۔

''مؤطا'' میں بھی یحیٰ کی روایت سے رفع الیدین عندالافتتاح وبعدرفع الرأس من الرکوع معلوم ہوتا ہے۔ یحیٰ کی متابعت کرنے والوں میں قعنبی، شافعی، معن، ابن نافع زبیدی وغیرہ ہیں۔ جب کہ ابن عیینہ اور یونس زہری سے امام مالک کی متابعت کرتے ہیں۔ اس روایت میں دوجگہ رفع یدین کا ثبوت ہے۔

---

(١) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ٤٧٢/٢، ٤٧٤، سعيد).

امام مالک سے ابن وھب، محمد بن الحسن، ابن القاسم تین جگہ عند الافتتاح، وعند الرکوع وبعد رفع الرأس من الرکوع رفع یدین نقل کرتے ہیں۔

''بخاری'' میں بطریق نافع چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے، اگر چہ اس روایت کے وقف اور رفع میں اختلاف ہے لیکن حافظ ابن حجر نے رفع کو ترجیح دی۔

''جزء رفع الیدین للبخاری'' میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔

''مشکل الآثار'' میں امام طحاوی نے روایت نقل کی اس میں کل خفضٍ ورفعٍ رفع یدین کا تذکرہ ہے''۔

احادیث میں رفع الیدین مرۃ واحدۃ، مرتین، ثلاث مرات سے لے کر عند کل خفضٍ ورفعٍ رفع کا ذکر ہے، لیکن نہ آپ چار کے قائل نہ پانچ کے اور نہ ہی کل خفض ورفع کے۔ جس طرح آپ ان کو چھوڑتے ہیں حالانکہ وہ بھی صحیح سند سے ثابت ہیں اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ باقی کو بھی چھوڑ دو۔ کچھ نسخ کے قائل تو آپ بھی ہیں، لہٰذا قبل الرکوع وبعد الرکوع کو بھی ملالیں۔

رفع الیدین بین السجدتین کے بارے میں علامہ ناصر الدین البانی نے غیر مقلدین سے خود شکوہ کیا کہ یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے لیکن ہمارے حضرات اس پر عمل نہیں کرتے۔

"قد صح عنه صلى الله تعالى عليه وسلم الرفع في السجود، ومع كل تكبيرة عن جماعةٍ من الصحابة، وقد تكلمت على أحاديثهم في تخريج أحاديث "صفة صلوة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم" ومن المقرر في الأصول أن المثبت مقدم على النافي، فالعمل بها هو الراجح ولو أحياناً، وقد قال به جماعة من الأئمة منهم أحمد في رواية الأثرم"(١).

۴- امام مالک نے اس روایت کو نہیں لیا کہ مرفوع إلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں بلکہ موقوف علی ابن عمر ہے کیونکہ نافع نے موقوفاً اور سالم نے مرفوعاً اسے نقل کیا۔ رفع اور وقف میں نافع وسالم کا اختلاف ہو گیا۔ امام مالک فرماتے ہیں: الأصل صيانة الصلاة عن هذه الأفعال. تو حدیث موقوف یا ایسی حدیث جس کے

(١) (تعليق الشيخ العلامة الألباني على المشكوة، باب صفة الصلوة، الفصل الأول: ١/٢٤٨، المكتب الإسلامي).

رفع ووقف میں اختلاف ہوا اس کی وجہ سے نماز میں زیادتی کی اجازت نہ ہوگی۔

"وقال الأصيلي: ولم يأخذ به مالك؛ لأن نافعاً وقفه على ابن عمر، وهو أحد الأربع التي اختلف فيها سالم ونافع .... لأن سالماً ونافعاً لما اختلفا في رفعه ووقفه، تركه مالك في المشهور القول باستحباب ذلك؛ لأن الأصل صيانة الصلوة عن الأفعال. انتهى كلامه"(۱).

دوسری دلیل

"عن نافع أن ابن عمر كان إذا دخل في الصلوة كبر ورفع يديه، وإذا ركع رفع يديه، وإذا قال: سمع الله لمن حمده رفع يديه، وإذ اقام من الركعتين رفع يديه، ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم"(۲).

''نافع روای ہیں کہ ابن عمر جب نماز پڑھتے تو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے پھر رفع یدین کرتے، اسی طرح سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد رفع یدین کرتے، اور جب تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے پھر رفع یدین کرتے ابن عمر اسے مرفوع الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں''۔

جواب

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: عبدالأعلی سے غلطی ہوئی کہ انہوں نے اسے مرفوع قرار دیا: "حكى الإسماعيلي عن بعض مشايخه أنه أومأ إلى أن عبدالأعلى أخطأ في رفعه"(۳).

تیسری دلیل

"حدثنا أحمد بن حنبل: قال حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد ح وحدثنا مسدد قال حدثنا يحى وهذا حديث أحمد، قال أخبرنا عبدالحميد يعنى ابن جعفر، أخبرني محمد بن

---

(۱) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عند الركوع: ۴۵۳/۲-۴۵۴، سعيد).

(۲) (الصحيح للبخاري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين: ۱۰۲/۱).

(۳) (فتح الباري، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين: ۲۸۳/۲، قديمي).

عمرو بن عطاء، قال: سمعت أباحُمَيْد الساعدى فى عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم منهم أبو قتادة، قال أبو حميد: أنا أعلمكم بصلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قالوا: فلم؟ فوالله ماكنت بأكثرنا له تبعةً، ولا أقدمناله صحبةً، قال: بلى، قالوا: فأعرض: قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا قام إلى الصلوة يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه، ثم كبر حتى يقر كل عظم منه فى موضعه معتدلاً، ثم يقرأ، ثم يكبر فيرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه، ثم يركع ويضع راحتيه على ركبتيه، ثم يعتدل فلا ينصبّ رأسه ولا يُقنع، ثم يرفع رأسه فيقول: سمع الله لمن حمده، ثم يرفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه معتدلاً، ثم يقول: الله أكبر، ثم يهوى إلى الأرض، فيجا فى يديه عن جنبيه، ثم يرفع رأسه ويثنى رجله اليُسرىٰ ويعقد عليها، ويفتح أصابع رجليه إذا اسجد، ثم يسجد، ثم يقول: الله أكبر، ويرفع رأسه ويثنى رجله اليُسرى، فيقعُد عليها حتى يرجع كل عظم إلى موضعه، ثم يصنع فى الأخرى مثل ذلك، ثم إذا قام من الركعتين، كبر ورفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه كما كبر عند افتتاح الصلوة، ثم يصنع ذلك فى كل بقيّة صلاته حتى إذا كانت السجدة التى فيها التسليم أخّر رجله اليُسرىٰ، وقعد متوركاً على شقه الأيسر، قالوا: صدقت، هكذا كان يصلى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "(١).

''حضرت ابوحمید ساعدی کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دس صحابہ کی جماعت جن میں ابوقتادہ بھی تھے سے کہا، میں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے طریقے کو تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں، انہوں نے کہا: یہ کیسے؟ قسم بخدا تم نہ ہم سے زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبع رہے نہ ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں ہم سے پہلے آئے، ابوحمید نے کہا: اگرچہ ایسا ہی ہے لیکن اس کے باوجود میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز تم سے زیادہ جانتا ہوں، صحابہ کی جماعت نے کہا: اچھا بیان کیجئے، ابوحمید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(١) (سنن أبوداؤد، كتاب الصلوة، باب افتتاح الصلوة: ١١٣/١، إمداديه).

جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور رکوع میں جا کر دونوں ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور کمر سیدھی کر لیتے، سر کو نہ نیچا کرتے نہ بلند کرتے، پھر سر اٹھاتے وقت "سمع الله لمن حمده" کہتے اور دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے اور سیدھے کھڑے ہو جاتے، پھر تکبیر کہتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے اور سجدہ کرتے اور سجدے میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے پہلوؤں سے الگ اور اپنے پیروں کی انگلیوں کو موڑ کر (قبلہ رخ) رکھتے، پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر سیدھے بیٹھ جاتے، یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آجاتا، پھر تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں چلے جاتے، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے اٹھتے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر اطمینان سے بیٹھتے یہاں تک کہ بدن کا ہر عضو اپنی جگہ پر آجاتا، پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کرتے اور جب دو رکعت پڑھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھاتے جیسا کہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہتے تھے، پھر باقی نماز اسی طرح پڑھتے، اور جب وہ سجدہ کر چکتے جس کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے تو اپنا بایاں پیر باہر نکالتے اور بائیں کولہے پر بیٹھ جاتے، پھر سلام پھیرتے، سب نے کہا بے شک آپ نے سچ کہا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے"۔

جواب

اس کی سند میں کلام ہے۔ عبدالحمید بن جعفر کو سفیان ثوری نے ضعیف قرار دیا۔ وكان الثوري يضعفه من أجل القدر (۱).

محمد بن عمر عطا، ابو حمید الساعدی سے نقل کرتے ہیں جب کہ ان کا سماع ابو حمید سے ثابت نہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

"وأما حديث عبدالحميد بن جعفر فإنهم يضعفون عبدالحميد، فلا يقيمون به الحجة، فكيف يحتبون به في مثل هذا، ومع ذلك فإن محمد بن عمر بن عطاء لم يسمع ذلك الحديث

(۱) (تهذيب التذيب: ۱۱۲/٦، دار صادر).

من أبي حميد ولا ممن ذكر معه في ذلك الحديث، بينهما رجل مجهول"(۱).

نیز اس میں اضطراب بھی ہے۔ ''ابوداؤد'' میں ہے: محمد بن عمر قال: سمعت أبا حميد الساعدی، ''سنن الکبری'' میں ہے: محمد بن عمر بن عباس بن سهل عن أبي حميد الساعدي، پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ عباس بن سہل ہیں یا عیاش بن سہل؟

غیر مقلدین نے اس اضطراب کو اس طرح حل کیا کہ محمد بن عمر نے دونوں طریقوں سے اس روایت کو نقل کیا، بلاواسطہ بھی اور بالواسطہ بھی۔ لیکن حافظ ابن حجر نے سختی سے اس کی تردید کی ہے: "ولا يمكن السماع [سماع محمد بن عمر] من أبي حميد الساعدي؛ لأن السياق يأبى ذلك كل الإباء"(۲).

چوتھی دلیل

أخبرنا محمدبن المثنى، قال حدثنا ابن أبي عدي، عن شعبة، عن قتادة، عن نصر بن عاصم، عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رفع يديه في صلوته، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه"(۳).

> ''حضرت مالک بن حویرث راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابتداء نماز، بوقت رکوع، رکوع سے اٹھنے کے بعد، سجدہ کرتے وقت، سجدے سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے، یہاں تک کہ ہاتھ کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے''۔

جواب

روایت مذکورہ میں قبل السجدۃ وبعد السجدۃ بھی رفع یدین کا ذکر ہے، اس کو آپ بھی ترک کرتے ہیں پھر بھی عامل بالحدیث! اور ہم اس کے ساتھ تواتر علی ودیگر دلائل کی بناء پر قبل الرکوع وبعد الرکوع رفع ترک کرتے

(۱) (معاني الآثار، كتاب الصلوة، باب التكبير للركوع: ۱/۱۵۶، سعيد).

(۲) (تلخيص الحبير: ۱/۳۶۶، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة).

(۳) (سنن النسائي، كتاب الافتتاح، باب رفع اليدين للسجود: ۱/۱۶۵، قديمي).

ہیں تو تارک حدیث کہلاتے ہیں۔ھل ھذا إلا تعسف.

فائدہ:

مذکورہ حدیث کی سند میں شعبة عن قتادة کے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ تصحیف ہے اصل سعید عن قتادة ہے:

"وقع فی نسخة "النسائی" المطبوعة بالهند: شعبة عن قتادة بدل سعید عن قتادة، وهو تصحیف، صرح علیه شیخنا أیضاً فی "نیل الفرقدین"(۱).

مذکورہ تمام دلائل ثبوت رفع یدین پر دال ہیں اور ہم ثبوت کے منکر نہیں نہ ہی ہم ثبوت اور عدم ثبوت میں مناظرہ کرنے کے قائل ہیں۔ مسئلہ تو وجوبیت کا ہے، اس پر دلیل ناطق درکار ہے۔

''بخاری شریف'' میں صفۃ صلاۃ کے متعلق کئی احادیث موجود ہیں لیکن رفع یدین کا ذکر دو روایتوں میں ہے۔ باقی حضرات صفۃ صلوۃ کو نقل کرتے ہیں لیکن رفع یدین کا تذکرہ نہیں کرتے۔ یا تو اس لئے کہ وہ رفع یدین کے قائل ہی نہیں تھے یا پھر اس لئے کہ قائل تھے لیکن اسے امر اختیاری قرار دیتے تھے، ہر دو صورتوں میں وجوبیت یا سنیت کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

ارخاء العنان

ثبوت رفع کو تو ہم مانتے ہیں (علی سبیل التسلیم) مان لیتے ہیں کہ رفع یدین واجب ہے لیکن بقاء علی ذلک الفعل اور دوام علی ذلک الفعل دکھادیں کہ آخر تک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول رفع یدین کا رہا۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) (معارف السنن، کتاب الصلوة، باب رفع الیدین عند الرکوع: ۲/۴۵٦، سعید).

دوام رفع پر غیر مقلدین کے دلائل

١- عن ابن عمر أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا افتتح الصلوة رفع يديه، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وكان لايفعل ذلك في السجود، فما زالت تلك صلاته حتى لقي الله تعالى(١).

"حضرت ابن عمر راوی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد بھی رفع یدین کرتے، سجدے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، وفات تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول اسی طرح نماز پڑھنے کا تھا"۔

جواب

یہ حدیث سنداً درست نہیں۔ اس میں عصمۃ بن محمد الانصاری ایک راوی ہیں جن کے بارے میں کلام ہے:

"قال أبو حاتم: ليس بالقوى، وقال يحى: كذاب، وقال العقيلي: يحدث بالبواطيل عن الثقات، وقال الدار قطني وغيره: متروك"(٢).

(١) (نصب الراية، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ٤٨٣/١، حقانية).

(٢) (ميزان الاعتدال: ٦٨/٣، عيسى البابي الحلبي).

علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فيه عبدالرحمن بن قريش، اتهمه سليماني بوضع الحديث. وفيه عصمة بن محمد الأنصاري، قال يحى: كذاب يضع الحديث. وقال الدار قطني وغيره: متروك، ومن المولم جداً حكاية الحافظ في "التلخيص" إياه وسكوته على مثله، وهو أعلم بمغامزه، فلا حول ولا قوة إلا بالله"(١).

لفظ ''کان'' سے دوام پر استدلال

٢-روایات میں رفع یدین سے متعلق لفظ "كان يرفع يديه" موجود ہے۔اور ''کان'' جب مضارع پر داخل ہو تو ماضی استمراری کا فائدہ دیتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ رفع یدین کرنا ہمیشہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی،اس سے دوام ثابت ہوتا ہے۔

جواب

لفظ "کان" سے دوام ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ "مسلم" میں "كان ينصرف عن يمينه" کے الفاظ بھی موجود ہیں(٢)۔

تو مطلب یہ ہوگا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ نماز کے بعد دائیں طرف پھرتے تھے، حالانکہ ''ابوداوٗد'' کی روایت میں ہے:''شیطان کو اپنے اوپر غلبہ نہ دو اور شیطان کے لئے نماز میں سے حصہ مقرر نہ کرو اس لئے ہمیشہ دائیں جانب نہ پھرو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بائیں جانب بھی پھرتے تھے''(٣)۔

پھر "كان ينصرف عن يمينه" کا کیا معنی؟

نیز "كان ينام وهو جنب"، "كان يطوف على نسائه لغسلٍ واحدٍ" کا کیا معنی کریں گے۔ جب کہ روایات میں ہے کہ آپ غسل کر کے سوتے تھے اور يغتسل عند هذه ويغتسل عند هذه. اگر ان احادیث میں بھی آپ کے ذکر کردہ قاعدے کو تسلیم کیا جائے کہ ''کان'' فعل مضارع پر داخل ہو کر ماضی استمراری

(١) (معارف السنن، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين عندالركوع: ٤٧٧/٢، سعيد).

(٢) (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافر، باب جواز الانصراف عن اليمين والشمال: ٢٤٧/١، قديمي).

(٣) (سنن أبوداؤد، كتاب الصلوة، باب كيف الإنصراف من الصلوة: ١٥٦/١، إمداديه).

کا فائدہ دیتا ہے۔ تو ان احادیث کا معنی درست نہ ہوگا۔

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فإن المختار الذى عليه الأكثرون والمحققون من الأصوليين أن لفظ "كان" لايلزم منه الدوام ولا التكرار، فإنما هى فعل ماضٍ يدل على وقوعه مرّةً، فإن دلّ دليل على التكرار عمل به وإلا فلا تقتضيه بوضعها، وقد قالت عائشة: كنت أطيب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لحله قبل أن يطوف، ومعلوم أنه لم يحج بعد أن صحبته عائشة إلا حجة واحدة، وهى حجة الوداع، فاستعملت "كان" فى مرّةٍ واحدةٍ(۱).

لفظ ''اذا'' سے دوام پر استدلال

۳-لفظ "إذا" سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ روایات میں لفظ "إذا" آتا ہے، معنی یہ ہے کہ جب بھی رکوع کے لئے جاتے اور جب بھی رکوع سے اٹھتے، "إذا" عموم اوقات کے لئے ہے۔

جواب

"إذا" ہمیشہ عموم اوقات کیلئے نہیں ہوتا بلکہ "إن" کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: "من نسىَ صلوةً فليصلها إذا ذكرها".

لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کے دوام پر بھی لفظ ''اذا'' سے استدلال کرتے ہیں، تو یہ دوام کیسے ثابت ہوتا ہے؟

جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ: "لانثبت الدوام والمواظبة عند الافتتاح بنقل الرفع حسب بل بالمجموع أى بنقل الرفع عندا لتكبيرة الافتتاح وبعدم نقل الترك عنده"(۲).

"تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین پر دوام ومواظبت صرف ثبوت رفع کی وجہ سے

---

(۱) (شرح النووى، كتاب الصلوة، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۲۵٤/۱، قديمى).

(۲) (خزائن السنن: ۱۰۷/۲، مكتبه صفدرية).

ثابت نہیں کیونکہ ہم اسے مجموع یعنی بوقت تحریمہ ثبوت رفع وعدم ثبوت ترک دونوں کے مجموعے سے ثابت کرتے ہیں"۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ یہاں ترک رفع یدین کے دلائل ہی نہیں، بخلاف رفع الیدین قبل الرکوع وبعد الرکوع کے کہ اس میں اختلاف ہے، اس لئے کہ وہاں ترک رفع کے دلائل موجود ہیں تب ہی تو صحابہ کی ایک جماعت اور امام مالک، امام ابوحنیفہ، اہل مدینہ، کوفہ وغیرہ ترک رفع کے قائل ہیں۔

"قال الحافظ: لم يختلفوا أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه إذا افتتح الصلوة"(۱).

۴- مالک بن حویرث کی روایت سے بھی دوام رفع یدین پر استدلال کرتے ہیں: "عن أبی قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ورفع يديه، وإذا أراد أن يركع رفع يديه، وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه، وحدث أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صنع هكذا"(۲).

"حضرت ابوقلابہ راوی ہیں کہ مالک بن حویرث کو میں نے نماز پڑھتے دیکھا، بوقت تحریمہ، رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے، مالک بن حویرث فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے ہی نماز پڑھی"۔

اس روایت اور اسی طرح ابوحمید الساعدی کی روایت سے دوام پر استدلال کیا جاتا ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں، کیونکہ مالک بن حویرث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں صرف بیس دن رہے:

"عن أبی قلابة، قال: حدثنا مالك، قال: أتينا النبی صلى الله تعالى عليه وسلم ونحن شببة متقاربون، فأقمنا عنده عشرين يوماً وليلةً"(۳).

اور نہ ہی اپنی رؤیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ مرسل صحابی ہو، یہی حال ابوحمید الساعدی کا

---

(۱) (فتح الباری، كتاب الأذان، باب رفع اليدين فی التكبيرة الأولى: ۲/۲۷۹، قديمی).

(۲) (الصحيح للبخاری، كتاب الأذان، باب رفع اليدين إذا كبر وإذا ركع وإذا رفع: ۱/۱۰۲، قديمی).

(۳) (الصحيح للبخاری، كتاب الأذان، باب الأذان للمسافر: ۱/۸۸، قديمی).

ہے کہ آپ کو بھی صحبت نبوی کبھی کبھار ہی میسر ہوتی تھی ، لہٰذا ان سے دوام پر کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے؟

رفع الیدین بین السجدتین کا ثبوت

علاوہ ازیں یہی مالک بن حویرث رفع الیدین بین السجدتین کو ذکر کرتے ہیں:

"عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم رفع يديه في صلاته، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود، حتى يحاذي بهما فروع أذنيه"(۱).

اگر آپ ان کی روایت سے قبل الرکوع وبعد الرکوع دوام رفع ثابت کرتے ہیں تو بین السجدتین توقف کیوں؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ''مجمع الزوائد'' ۲/ ۱۰۱، میں ہے:"إن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يرفع يديه في الركوع والسجود"(۲).

''نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رکوع وسجود میں رفع یدین کرتے تھے''۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں:"رواه أبو يعلى، ورجاله رجال الصحيح". صحیح حدیث ہے، نیز آپ کے قاعدے کے مطابق یہاں بھی فعل مضارع پر لفظ'' کان'' داخل ہے۔ یعنی ہمیشہ والا عمل ہے جب کہ آپ نے اسے ترک کیا ہوا ہے پھر بھی تارک حدیث نہیں بلکہ عامل بالحدیث ہیں اور ہم قبل الرکوع وبعد الرکوع کو ترک کر کے تارک حدیث بن گئے۔ یا للعجب!

''ابوداؤد'' میں وائل بن حجر سے روایت ہے:

"وإذا رفع رأسه من السجود أيضاً رفع يديه"(۳).

اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ رفع بین السجدتین عبد الوارث کا تفرد ہے، ہم اسے نقل نہیں کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عبد الوارث بن سعید ثقہ ہیں۔ وزيادة الثقة مقبولة.

---

(۱) (سنن النسائي، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين للسجود: ۱/ ۱٦٥، قديمي).

(۲) (مجمع الزوائد، باب رفع اليدين في الصلوة: ۲/ ۱۰۱، دار الفكر).

(۳) (أبوداود، كتاب الصلوة، باب رفع اليدين: ۱/ ۱۱٦).

[عبدالوارث] الحافظ الثبت أبو عبيدة العنبری، وقال: لم يتأخر عنه أحدلاتقانه ودينه"(١).

"كان يحيى بن سعيد يثبته، فإذا خالف أحدٌ من أصحابه قال ما قال عبدالوارث"(٢).

حضرت ابو ہریرۃ کی روایت ہے: "قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلّم يرفع يديه حين يفتتح الصلوة وحين يركع وحين يسجد"(٣).

علامہ نیموی صاحب ''آثار السنن'' فرماتے ہیں: اس روایت کو ''ابن ماجہ'' اور ''طحاوی'' نے بھی نقل کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سند میں اسمٰعیل بن عیاش ہے وہ بھی صدوق ہے۔

علامہ نووی نے بعض محدثین کا مسلک رفع بین السجدتین نقل کیا ہے، احادیث صحیحہ میں ہے جب ہی تو ان کا مذہب ہے:

"قال أبو بكر بن المنذر وأبو علی الطبری من أصحابنا وبعض أهل الحديث: يستحب أيضاً فی السجود"(٤).

مذکورہ احادیث سے بخوبی یہ بات ثابت ہوگئی کہ رفع یدین بین السجدتین ثابت ہے، اگر آپ اسے واجب نہیں مانتے تو کوئی ایسی حدیث دکھائیں جس میں ہو کہ رفع بین السجدتین واجب نہیں لیکن قبل الرکوع وبعد الرکوع واجب ہے۔

ابن رشد ''بدایۃ المجتہد'' میں فرماتے ہیں:

"وذهب بعض أهل الحديث إلى رفعهما عند السجود وعند الرفع عنه"(٥).

---

(١) (تذكرة الحفاظ: ١/٢٥٧، رقم: ٢٤٣، دار إحياء التراث العربی، بيروت).

(٢) (تهذيب التهذيب: ٦/٤٤٣، دائرة المعارف النظاميه، دكن).

(٣) (آثار السنن: ١٣٢، إمدادية).

(٤) (شرح النووی، كتاب الصلوة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام: ١/١٦٨، قديمی).

(٥) (بداية المجتهد، كتاب الصلوة، باب المواضع التی ترفع فيهما الأيدی: ٢/٢٤٨، عباس أحمد الباز مكة).

الاثبات مقدم علی النفی کی وضاحت

غیر مقلدین کہتے ہیں آپ جو روایات پیش کرتے ہیں وہ نافی ہیں اور ہم جو روایات پیش کرتے ہیں وہ مثبت ہیں اور عند التعارض بین النافی والمثبت مثبت کو ترجیح ہوتی ہے جیسا کہ آپ کے ہاں بھی مشہور قاعدہ ہے۔ لہٰذا رفع یدین کی حدیثیں راجح اور ترک کی مرجوح ہوں گی و یکون العمل علی الراجح.

جواب

اگر آپ مثبت پر عمل کرتے ہیں تو مکمل عمل کریں، مثبت میں رفع بین السجدتین، رفع عند القیام إلی الرکعۃ الثالثۃ. بلکہ عند کل خفض ورفع بھی ہے۔ بعض کو لینا اور باقی کو چھوڑنا اخذ بالمثبت نہیں۔ بالفرض اگر ہم نے مثبت کو چھوڑا تو آپ بھی تارک مثبت ہیں۔

آپ کے شیخ الکل فی الکل مولانا نذیر حسین صاحب ''معیار الحق'' میں اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب نفی مدلول نص ہو تو وہ مرجوح نہیں بلکہ معارض مثبت بنے گی کیونکہ معارض کے لئے ضروری ہے کہ دونوں دلیلیں برابر ہوں، اور ترک رفع کی نفی مدلول نص ہے کہ جس طرح رفع پر نص موجود ہے نفی پر بھی نص ہے۔ یہ نفی عدم اصلی اور غیر مدلول النص نہیں، لہٰذا مثبت کے برابر کی ہوگی اور تطبیق کے لئے دوسری ترجیحات کو اختیار کیا جائے گا۔

"الاثبات مقدم علی النفی". اس قاعدے کو اگر علی الاطلاق رکھتے ہیں تو درحقیقت مثبت ہم ہیں وہ اس طرح کہ اثبات کا مشہور معنی الاثبات مالا یشتمل علی السلب یا مالا یکون مشتملاً علی السلب ہے اور اثبات کا ایک اور معنی ہے کہ اثبات اور مثبت، اس کو کہا جاتا ہے جو ایک امر جدید اور امر حادث کو ثابت کرے۔ ہم کہتے ہیں کہ پہلے رفع یدین تھا بعد میں متروک ہوگیا ہم اس چیز کو ثابت کررہے ہیں جو زمانہ ماضی میں نہیں تھی اور وہ ترک رفع یدین ہے اور یہی اثبات کا معنی ہے، اور رفع یدین نفی ہے اس لئے الاثبات مقدم علی النفی کے قاعدے کے مطابق ترک رفع یدین کو ترجیح ہوگی۔

غیر مقلدین میں سے مولانا عبدالتواب ملتانی ''مصنف ابن أبی شیبہ'' کی رفع بین السجدتین والی حدیث کے متعلق کہتے ہیں: "تعارضت فیه روایة الفعل والترك، والأصل العدم". اسی طرح ہم بھی کہیں

گے: تعارضت فیہ روایۃ الفعل والترک فی الرفع عندالرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع، والأصل العدم. ایک (بین السجدتین) میں آپ نے عدم کو اصل قرار دیا تو دوسرے (رکوع وبعد الرکوع) میں ہم عدم کو اصل قرار دیتے ہیں)۔

علامہ شوکانی نے بھی ایسی بات کہی فرماتے ہیں: رفع الیدین بین السجدتین کے سلسلے میں فعل اور ترک دونوں روایتیں موجود ہیں اور اصل میں چونکہ نہ کرنا تھا اس لئے: "فالواجب البقاء علی النفی السابق"(۱).

اسے "إبقا ما کان علی ما کان" بھی کہتے ہیں، یہی إبقاء ما کان علی ما کان عندالرکوع وبعد الرکوع میں بھی جاری ہوگا۔

ترجیح احادیث صحیحین کا مسئلہ

۳- رفع الیدین کی روایات صحاح ستہ میں اور خصوصیت کے ساتھ بخاری ومسلم میں پائی جاتی ہیں اور ترک کی روایات صرف سنن میں ہیں، لہٰذا صحیحین کی روایت کو غیر صحیحین کی روایات پر ترجیح ہوگی۔

جواب

صحیحین کو صحیح کہنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان میں تمام احادیث صحیح اور کوئی متکلم فیہ نہیں تو یہ بات درست نہیں۔ سنن اربعہ کو تغلیباً صحاح کہا جاتا ہے۔ صحیحین میں اگرچہ احادیث صحیحہ ہیں لیکن ان کی بعض احادیث میں بھی کلام ہے۔ ترجیح کا مدار کتاب کو بنانا عجیب ہے بلکہ مدار تو شرائط ہیں، اب وہ شرائط جس حدیث میں پائی جائیں وہ صحیح شمار ہوگی، چاہے وہ کسی بھی کتاب کی ہو۔ علاوہ ازیں حذف مکررات کے بعد بخاری میں تقریباً چار ہزار روایتیں ہیں، باقی آثار موقوفات اور امام بخاری کی آراء ہیں تو تابعین اور امام بخاری کی آراء آپ کے نزدیک حجت اور امام ابوحنیفہ مجتہدِ مطلق تابعی کی آراء سے خداواسطے کا بیر! هل هذا إلا تعصب.

نیز صحیحین میں ہی مالک بن حویرث کی رفع بین السجدتین والی روایت ہے، اسے آپ نے بھی ترک کیا اور پھر بھی تارک صحیحین نہیں، تعجب ہے۔ علاوہ ازیں جن روایتوں سے ہم استدلال کرتے ہیں وہ روایتیں بھی محدثین کے اصولوں پر صحیح اترتی ہیں اور بعض علی شرط الشیخین ہیں گویا کہ وہ بھی صحیحین کی روایات ہیں۔

---

(۱) (نیل الأوطار، مواضع رفع الیدین فی الصلوۃ: ۱۹۶/۲، عباس أحمد الباز مکۃ).

حافظ ابن حجر نے ''نخبۃ الفکر'' میں لکھا: ایک حدیث فائق افضل اور اصح ہے اور دوسری حدیث مفوق ومفضول لیکن کبھی اس مفضول ومفوق کے ساتھ ایسے قرائن مل جاتے ہیں جن کی وجہ سے مفضول فائق وافضل بن جاتی ہے(۱)۔

بنا بریں ترک رفع کی احادیث اگر مفضول ومفوق ہیں (کما ھو زعمکم) تو انہیں ایسے قرائن کی تائید حاصل ہے جو انہیں فائق وافضل بناتے ہیں۔ سیأتی ذکر القرائن.

صحیحین کی روایات اگرچہ ثبوت رفع پر دال ہیں لیکن دوام رفع پر دلالت نہیں کرتیں، دوام سے ساکت ہیں۔ بخلاف اصحاب سنن کے کہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ رفع الیدین کی حیثیت ترک کی ہے، لہٰذا سنن کی احادیث بمنزلۃ الناطق ہیں والترجیح للناطق لا للساکت.

علامہ علی بن زکریا منبجی فرماتے ہیں:

"أحاديثنا تقتضى النهى عن رفع اليدين، وما استدل به غيرنا من الأحاديث تقتضى الندب أو الإباحة، فكان ما ذهبنا إليه أولى"(۲).

> ''جن احادیث سے ہم استدلال کرتے ہیں وہ رفع یدین کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں، دوسرے حضرات ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو رفع یدین کی اباحت یا ندب پر دال ہیں (اور قاعدہ ہے کہ نہی اور اباحت میں تعارض ہو تو نہی کو ترجیح دی جاتی ہے) لہٰذا ترک رفع کی احادیث اصح ہوں گی''۔

وجوہات ترجیح

قرآن کریم میں ہے: ﴿وقوموا لله قانتين﴾ قانتین کا ایک معنی "ساکتین" ہے اور دوسرا معنی "ساکنین" کہ نماز میں سکون اختیار کرو اور اطمینان کے ساتھ کھڑے رہا کرو اور رفع الیدین عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع سکون کے خلاف ہے، لہٰذا بمقتضی آیت ترک کو ترجیح ہوگی۔

ابتداء اسلام میں نماز میں مختلف حرکات کی اجازت تھی مثلاً: چلنا پھرنا، سلام کا جواب دینا، مسبوق

---

(۱) (نخبة الفكر: ٤٦، دار الحديث، ملتان).

(۲) (اللباب فى الجمع بين السنة والكتاب، باب لا ترفع الأيدى عند الركوع ولا بعد الرفع منه: ۱/۲۵۸).

کار کعات کے متعلق دوسرے نمازی سے پوچھنا وغیرہ، لیکن بعد میں یہ ساری حرکات منسوخ ہوگئیں، اسی طرح رفع الیدین بھی حرکۃ من الحرکات ہے، ابتدا اسلام میں اس کی بھی اجازت تھی بعد میں اسے ترک کیا گیا۔

اثبات رفع یدین کے لئے احادیث فعلیہ آپ کے پاس ہیں اور ترک رفع کے لئے احادیث ہمارے پاس بھی ہیں، ان کا آپس میں تعارض ہے۔ اور "اسکنوا فی الصلوۃ" یہ قول نبوی ہے، اس کا کوئی معارض نہیں۔ اس کا تقاضا بھی یہی ہے، کہ نماز میں سکون ہو اور رفع یدین عند الرکوع وعند رفع الراس من الرکوع اس کے خلاف ہے، لہٰذا رفع یدین نہیں ہونا چاہیے۔

اکابرین صحابہ اور عشرہ مبشرہ یہ حضرات ترک رفع کے قائل تھے اور صف اول میں ہوتے تھے، بخلاف حضرت ابن عمر کے کہ وہ صغار صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور رفع یدین نقل کرتے ہیں۔ لہٰذا اکابرین صحابہ کی روایات کو ترجیح دی جائے گی اور ترک رفع اختیار کیا جائے گا۔

ترک رفع کی روایات کے رواۃ فقیہ ہیں، حاکم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے: "إذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واختلفا فابن مسعود أولى أن يتبع".

بسا اوقات دونوں طرف صحیح احادیث ہوتی ہیں لیکن جس طرف فقہاء کا عمل ہوتا ہے وہ جانب راجح قرار پاتی ہے۔ ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں کئی ایسی احادیث کو نقل کیا اور فرمایا کہ یہ حدیث عمل فقہاء سے مؤید ہے، لہٰذا راجح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ "الفقهاء هم أعلم بمعاني الحديث" (۱).

اشکال

کہتے ہیں کہ امام شافعی واحمد بھی فقیہ ہیں اور رفع یدین کے قائل ہیں۔

جواب

آپ صرف حدیث پیش کریں گے کیونکہ آپ اپنے اصولوں (قرآن وحدیث) کے پابند ہیں، امام شافعی واحمد تو ان دو میں داخل نہیں، نیز تقلید اسی کا نام ہے جس کا آپ ارتکاب کر رہے ہیں۔ اگر چہ تمام مسائل میں نہ سہی صرف اس مسئلہ میں امام شافعی واحمد کے مقلد بن جائیں گے اور تقلید آپ کے ہاں شرک ہے۔

---

(۱) (جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء في غسل الميت: ۱/ ۱۹۳، سعید).

فائدہ

بسا اوقات فقیہ کسی ضعیف حدیث پر عمل کرتا ہے تو اس کا عمل کرنا خود اس حدیث کے صحیح ہونے کی علامت ہے کیونکہ فقیہ کا کام عمل بتانا ہے کہ یہ حدیث معمول بہ ہے اور یہ غیر معمول بہ، جب کہ محدث کا کام الفاظ بتانا ہے۔ کبھی کبھار محدث بھی ضعیف حدیث پر عمل کرتا ہے تو فقیہ کا درجہ اس سے زیادہ ہے، اس لئے اس کو اس چیز کی گنجائش بطریقہ اولیٰ ہوگی کہ وہ ضعیف حدیث کو معمول بہ بتائے۔

"کل حدیث صحیح یعمل بہ" اگرچہ قاعدہ ہے لیکن "لیس کل حدیث صحیح یعمل بہ" کی بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ جوتوں میں نماز پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے لیکن آپ بھی اسے مستحب قرار نہیں دیتے۔

☆......☆......☆......☆......☆